Regd.# MC-1366

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

• جلد 13 / • شمارہ 12 / • جولائی / 2024

ماہنامہ

فہمِ دین

داخلہ ممنوع ہے!!!

مصنوعی دُنیا

ترقی کا راز

عزمِ حج، قبولیتِ حج

مچھروں کی فوج

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

BAITUSSALAM

اپنی نوعیت کی منفرد اور معیاری لیبارٹری

- او پی ڈی
- ایکسرے
- الٹرا ساؤنڈ

اور تمام اقسام کے تشخیصی ٹیسٹ دستیاب ہیں

- ہیماٹولوجی
- کیمیکل پیتھالوجی
- مائکروبایولوجی
- مالیکیولر پیتھالوجی / پی سی آر
- امیونولوجی اور سیرولوجی

مناسب قیمتوں میں

مستحقین زکوۃ کیلئے مفت ٹیسٹ کی سہولت

خدمت، عزت اور احترام کے ساتھ

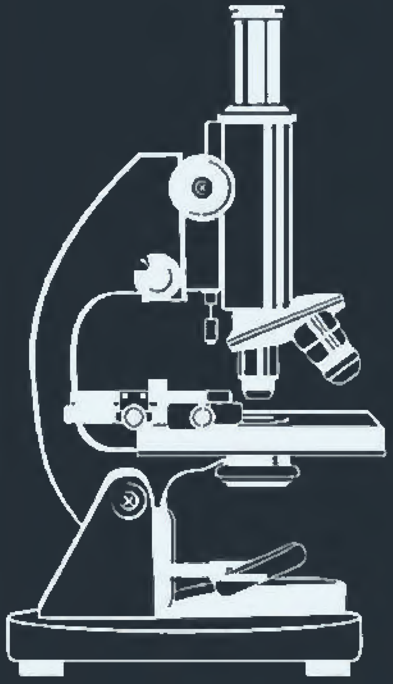

برائے رابطہ

+92 21 35392634

+92 334 2982988

lab@baitussalam.org

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز
مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی
PSO پمپ سے متصل کراچی۔

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

جولائی 2024

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبدالرحمٰن
نظرِثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	فیضان الحق شمسی

آراء وتجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

فہم وفکر

مدیر کے قلم سے		04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

سورۂ بقرہ	رشید عطا	10
ڈپریشن: عالمی مسئلہ	حفصہ محمد فیصل	12
آبِ زمزم	حکیم شمیم احمد	14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	15
کفر پر پہلی ضرب کاری	رابعہ فاطمہ	18
والدین ایک عظیم نعمت	سیدہ فاطمہ طارق	20
نمازِ فجر کے لیے کیسے اٹھیں؟	عرصام احمد	21

خواتینِ اسلام

عزمِ حج اور قبولیتِ حج	ارم شمیم	23
حقیقی خوشی	لائبہ عبد الستار	25
شجرِ امید	فریحہ معراج	26
صرف ہم ہی کیوں؟	راشدہ سعدیہ	28
حقیقتِ ناآشنا	بنتِ عثمان	29
حسد	نمرہ امین	30

باغچہ اطفال

داخلہ ممنوع ہے	وردہ افضل	32
صارم کی توبہ	انیسہ عائش	34
حضرت عداس رضی اللہ عنہ	بنت تاجور	35
مچھروں کی فوج	ڈاکٹر الماس روحی	36
احساس	ملائکہ سلیمان	37
ازالہ	قانتہ رابعہ	38
پیاسے پرندے	بشریٰ رفیق	39

بزمِ ادب

فاروقِ اعظم	ارسلان اللہ خان	42
روشنی کے منارے	خرم فاروق ضیا	42
بارگاہِ رسالت میں عرض	ساجدہ بتول	43
گلدستہ	شیخ ابوبکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

مصنوعی دُنیا

مدیر کے قلم سے

سورج ڈھل رہا تھا، کڑاکے کی گرمی کا زور ٹوٹ چکا تھا، عصر کی نماز ہو چکی تھی، مجمع مسجد سے باہر نکل رہا تھا، میں ابھی اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک نوجوان قریب آکر بیٹھ گیا۔ کچھ سیکنڈز کے توقف کے بعد اس نے بات شروع کی: ”سر جی! میں بولنے میں بڑا ملکہ رکھتا ہوں، جس سے بات کرتا ہوں، اسے گرویدہ کرلیتا ہوں۔ باہر لوگوں میں، میں دین کی دعوت بھی اچھے انداز میں دے لیتا ہوں، لیکن میری پریشانی یہ ہے کہ میں گھر میں کسی سے بھی بات نہیں کر پاتا، ہفتہ واری چھٹی پر گھر جاتا ہوں تو 24 گھنٹے میں اول تو کسی سے بات ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی ہے تو جھگڑا ہو جاتا ہے، چاہے وہ بھائی ہو یا ابو ہوں۔“ نوجوان نے بات مکمل کی تو میں نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا، کچھ ہی دیر میں ہم اکٹھے مسجد سے باہر نکل آئے اور چہل قدمی کرنے لگے۔ اب بات کرنے کی باری میری تھی۔

میں نے کہا: گھر احساس اور جذبے سے بنتا ہے، ہر ایک کی ساری باتوں کے جواب میں ”جی“ کہنے سے بنتا ہے، کسی کے بیڈروم میں یا صوفے پر اس کے قریب بِلاوجہ بیٹھنے سے بنتا ہے، والد کی ساری باتوں کے جواب میں ”جی ابو جی“ کہنے سے بنتا ہے، بہنوں کو ٹافی یا چاکلیٹ کا تحفہ دینے سے بنتا ہے۔ وہ نوجوان ہکا بکّا رہ گیا، وہ بلا تکلف کہنے لگا: سر جی! یہی تو مسئلہ ہے، میری تو زبان کھلتی ہی نہیں ہے گھر میں۔ میں کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں تو کہہ نہیں پاتا۔ میں نے کہا: دیکھو بیٹا! محبت اظہار مانگتی ہے، احساسات کو زبان چاہیے، دِل میں چاہے دوسرے کی کتنی ہی قدر و منزلت ہو، اگر اس کا ظہار نہ ہو سکے تو وہ جذبہ دِل میں ہی کہیں مر کھپ جاتا ہے۔

آپ کو والدہ سے کہنا پڑے گا کہ مجھے پورا ہفتہ آپ کی بہت یاد آئی۔ والد سے کہنا چاہیے کہ ابو جی کوئی حکم ہو تو فرمایئے۔ بہنا کے ساتھ کچن میں کھیرے بنوا دینے چاہیے، بھائی کو کولر کے آگے، پنکھے کے نیچے جگہ دے دینی چاہیے۔ نوجوان زیرِ لب مسکرا کر کہنے لگا: ایسا کرنے سے تو پورا گھر سکتے میں آجائے گا اور اتنا کچھ مجھ سے ہو بھی نہیں سکے گا۔ میں نے کہا: نسخے کی پہلی پُڑیا تیار کرتے ہیں، بس اتنا ہی کرو، کہ موبائل بالکل نہ استعمال کرو، ہر ایک کے قریب جا کر بیٹھو اور ہر بات کے جواب میں صرف ”جی“ بولو۔ پھر اگلے نسخے پر بات کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی گفتگو ختم ہو گئی اور نوجوان تشکر آمیز انداز میں مصافحہ کر کے بھیڑ میں گم ہو گیا۔

قارئین گرامی! اجڑے مکانات اور ہنستے بستے گھروں میں فرق صرف احساسات اور جذبات کا ہوتا ہے۔ اپنائیت کا احساس دِلانے کا ہے۔ موبائل کے اس دور میں یہ صرف اس ایک نوجوان کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ پہلے وڈیو گیم کیفے میں نوجوان سروں پر ہیڈ فون لگائے، پوری دُنیا سے کٹ کر ایک مصنوعی دُنیا میں کچھ دیر کے لیے رہتے تھے، مگر اب موبائل کی وبا عام ہونے کے بعد گھر کے بچے، بوڑھے جوان، مرد و زن سبھی ایک گھر میں ہوتے ہوئے بھی کیفے کی طرح الگ الگ کونوں کھانچوں میں گھسے ایک مصنوعی دُنیا میں مصروف رہتے ہیں۔

اس وقت ایک بھرے پُرے گھرانے میں صورتِ حال یہ ہے کہ بچے ہیں تو وہ والدین سے محروم ہیں، بار بار وہ والدین کے کمروں کا چکر لگاتے ہیں، والدین کے کانوں میں ہیڈ فون لگا ہوتا ہے، وہ اندازہ نہیں لگا پاتے کہ ہمارے بچے بار بار ہمارے کمرے کا کیوں چکر لگا رہے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے بڑے آباؤ اجداد کھانے کے دستر خوان پر جو بچوں کو آدابِ زندگی سکھاتے تھے، اب اس سے ہمارے بچے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بوڑھے والدین بڑھاپے میں اپنی چار پائیوں پر بیٹھے اپنے بیٹے بیٹیوں اور پوتے پوتیوں کی راہ تکتے رہ جاتے ہیں، مگر وہ موبائلوں کی مصنوعی دُنیا میں مگن آدھی رات تک جاگتے رہ جاتے ہیں۔ بوڑھے والدین بڑی مشکل سے دروازے سے جھانک کر بس اتنا کہہ پاتے ہیں کہ بیٹا سو جاؤ، رات بڑی ہو گئی، مگر بیٹا یہ سمجھ نہیں پاتا، کہ والدین یہ چاہتے ہیں کہ بیٹا موبائل چھوڑ کر کچھ دیر کے لیے میرے پاس ہی آبیٹھے۔ آج ٹیکنالوجی کے اس دور میں دُنیا سمٹ کر ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے، مگر گھروں میں دوریاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ خاندانی نظام درہم برہم ہو گئے ہیں۔

قارئینِ گرامی! اسی لیے اس نوجوان کو دینے کے لیے میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور مشورہ نہیں تھا کہ وہ گھر میں موبائل بالکل استعمال نہ کرے اور اگر کوئی مطلب نہ بھی ہو تو بھی کچھ دیر کے لیے کہیں بہن بھائی، والدین کے پاس بیٹھنا شروع کرے، اس کے فوائد کچھ ہی دِنوں میں نظر آنا شروع ہو جائیں گے کہ ہمارے جسمانی اور روحانی صحت اچھی ہونے لگ جائے گی، تعلقات بہتر ہونے لگ جائیں گے، رویوں میں چاشنی محسوس ہونے لگے گی، پھر گھر سے باہر رہنے کے بجائے گھر جانے کو دِل کرے گا۔ آزما کر دیکھیے، نتائج کچھ دِنوں میں خود بہ خود نظر آجائیں گے، والسلام!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

المائدة 113-107

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ
عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا
وَمَا اعْتَدَیْنَاۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ 107

ترجمہ: پھر بعد میں اگر یہ پتا چلے کہ انھوں نے (جھوٹ بول کر) اپنے اوپر گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے تو اُن لوگوں میں سے دو آدمی ان کی جگہ (گواہی کے لیے) کھڑے ہو جائیں، جن کے خلاف ان پہلے دو آدمیوں نے گناہ اپنے سر لیا تھا اور وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان پہلے دو آدمیوں کی گواہی کے مقابلے میں زیادہ سچی ہے اور ہم نے (اس گواہی میں) کوئی زیادتی نہیں کی ہے، ورنہ ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔ 107

تشریح نمبر 1: یہ ترجمہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کردہ تفسیر پر مبنی ہے، جس کی رو سے "الاولیان" سے مراد پہلے دو گواہ ہیں، جنھوں نے خیانت کی تھی۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَاۤ اَوْ یَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ 108

ترجمہ: اس طریقے میں اس بات کی زیادہ اُمید ہے کہ لوگ (شروع ہی میں) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں یا اس بات سے ڈریں کہ (جھوٹی گواہی کی صورت میں) ان کی قسموں کے بعد لوٹا کر دوسری قسمیں لی جائیں گی (جو ہماری تردید کر دیں گی) اور اللہ سے ڈرو اور (جو کچھ اس کی طرف سے کہا گیا ہے اسے قبول کرنے کی نیت سے) سنو، اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ 108

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ 109

ترجمہ: وہ دن یاد کرو جب اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا اور کہے گا کہ "تمھیں کیا جواب دیا گیا تھا؟" وہ کہیں گے کہ "ہمیں علم نہیں پوشیدہ باتوں کا تمام تر علم تو آپ ہی کے پاس ہے۔" 109

تشریح نمبر 2: قرآنِ کریم کا یہ خاص طریقہ ہے کہ جب وہ اپنے احکام بیان فرماتا ہے تو اس کے ساتھ آخرت کا کوئی ذکر یا پچھلی اُمتوں کی فرماں برداری یا نافرمانی کا بھی ذکر فرماتا ہے، تاکہ ان احکام پر عمل کرنے کے لیے آخرت کی فکر پیدا ہو، چناں چہ وصیت کے مذکورہ بالا احکام کے بعد اب آخرت کے کچھ مناظر بیان فرمائے گئے ہیں اور چوں کہ کچھ پہلے عیسائیوں کے غلط عقائد کا تذکرہ تھا، اس لیے خود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے آخرت میں جو مکالمہ ہو گا، اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے اور شروع کی اس آیت میں تمام پیغمبروں سے اس سوال کا ذکر ہے کہ ان کی اُمتوں نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا تھا؟ اس کے جواب میں انھوں نے اپنی لاعلمی کا جو اظہار کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا میں تو لوگوں کے ظاہری بیانات پر ہی فیصلہ کرنے کے مجاز تھے، لہٰذا جس کسی نے ایمان کا دعویٰ کیا، ہم نے اسے معتبر سمجھ لیا، لیکن یہ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟ آج جبکہ فیصلہ دل کے حال کے مطابق ہونے والا ہے، ہم یقین کے ساتھ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ دلوں کا پوشیدہ حال تو صرف وہی جانتے ہیں، البتہ جب لوگوں کے ظاہری ردِّ عمل ہی کے بارے انبیا کرام علیہم السّلام سے گواہی لی جائے گی تو وہ ان کے ظاہری اعمال کی گواہی دیں گے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی
وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا
وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ
كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ
وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ 110

ترجمہ: (یہ واقعہ اس دن ہو گا) جب اللہ کہے گا: "اے عیسیٰ ابن مریم! میرا انعام یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمھاری والدہ پر کیا تھا، جب میں نے روح القدس کے ذریعے تمھاری مدد کی تھی۔ تم لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرتے تھے اور بڑی عمر میں بھی اور جب میں نے تمھیں کتاب و حکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی تھی اور جب تم میرے حکم سے گارا لے کر اس سے پرندے کی جیسی شکل بناتے تھے، پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے (سچ مچ کا) پرندہ بن جاتا تھا اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو (زندہ) نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو اُس وقت تم سے دور رکھا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور ان میں سے جو کافر تھے، انھوں نے کہا تھا کہ یہ کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ 110

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ 111

ترجمہ: جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ "تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ" تو انھوں نے کہا: "ہم ایمان لے آئے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم فرماں بردار ہیں۔" 111

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ
السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ 112

ترجمہ: (اور ان کے اس واقعے کا بھی ذکر سنو!) جب حواریوں نے کہا تھا کہ "اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا) ایک خوان اُتارے؟" عیسیٰ نے کہا: "اللہ سے ڈرو، اگر تم مؤمن ہو۔" 112

تشریح نمبر 3: یعنی ایک مؤمن کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معجزات کی فرمائش کرے، کیوں کہ ایسی فرمائشیں تو عام طور پر کافر لوگ کرتے رہے ہیں، البتہ جب انھوں نے یہ وضاحت کی کہ خدانخواستہ اس فرمائش کا منشا ایمان کا فقدان نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر مکمل اطمینان کا حصول اور ادائے شکر ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دعا فرما دی۔

قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ
صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ 113

ترجمہ: انھوں نے کہا: "ہم چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور اس کے ذریعے ہمارے دل پوری طرح مطمئن ہو جائیں اور ہمیں (پہلے سے زیادہ یقین کے ساتھ) یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے ہم سے جو کچھ کہا ہے، وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں شامل ہو جائیں۔" 113

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فہم حدیث

ایمان واسلام کا خلاصہ اور اس کا عطر

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِيْ فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ (وَفِي رِوَايَةٍ غَيْرَكَ) قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ

(رواه مسلم)

ترجمہ: سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ (ﷺ)! اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی جامع اور شافی بات بتایئے کہ آپ کے بعد پھر میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھوں؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "کہو! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک اُس پر قائم رہو۔" (صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی کو اپنا اللہ اور رب مان کر اپنے کو بس اس کا بندہ بنادو اور پھر اس ایمان اور عبدیت کے تقاضوں کے مطابق ٹھیک ٹھیک چلنا اپنی زندگی کا دستور بنالو، بس یہی کافی ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، رسول اللہ ﷺ کے جواب کے ان دو لفظوں میں اسلام کا پورا خلاصہ آ گیا ہے، ایمان باللہ اور اُس پر استقامت "ہی اسلام کی غرض و غایت، بلکہ اُس کی روح ہے۔

وسوسے ایمان کے منافی نہیں اور ان پر مؤخذہ بھی نہیں

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ رَبُّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ "فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ (یہاں تک کہ یہی سوال وہ اللہ کے متعلّق بھی دل میں ڈالتا ہے کہ جب ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے تو پھر) اللہ کا پیدا کرنے والا کون ہے؟" پس سوال کا سلسلہ جب یہاں تک پہنچے تو چاہیے کہ بندہ اللہ سے پناہ مانگے اور رُک جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے وسوسے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب شیطان کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے متعلّق یہ جاہلانہ اور احمقانہ سوال ڈالے تو اُس کا سیدھا اور آسان علاج یہ ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور خیال کو اُس طرف سے پھیر لے، یعنی اس مسئلہ کو قابلِ توجّہ اور لائقِ غور ہی نہ سمجھے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ جب اُس ہستی کا نام ہے، جس کا وجود اس کی ذاتی صفت ہے اور جو تمام موجودات کو وجود بخشنے والا ہے، اُس کے متعلّق یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

میزانِ اعمال میں اللہ کے نام کا وزن

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحٰفِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ قَالَ لَا يَارَبِّ فَيَقُولُ بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُولُ يَارَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ؟ فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَ ثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ (رواه الترمذي وابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو ساری مخلوق کے روبرو الگ نکالے گا اور اس کے سامنے 99 دفتر کھولے جائیں گے، جن میں ہر دفتر کی لمبائی گویا حدّ نظر تک ہوگی۔ یہ دفتر اس کے اعمال نامے ہوں گے، پھر اس سے فرمایا جائے گا کہ تیرے جو اعمال ان دفتروں میں لکھے ہوئے ہیں کیا ان میں سے کسی کا تجھے انکار ہے؟ کیا تیرے اعمال کی نگرانی کرنے والے اور لکھنے والے میرے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اور غلط طور پر کوئی گناہ تیرے اعمال نامے میں لکھ دیا ہے، وہ عرض کرے گا، نہیں پروردگار! مجھ پر کسی نے ظلم نہیں کیا ہے، بلکہ ایسا میرے کیے ہوئے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟" وہ عرض کرے گا "خداوند! میرے پاس کوئی عذر بھی نہیں" یہاں تک کہ سوال وجواب سے خود اس شخص کو اور دوسرے لوگوں کو بھی خیال ہوگا کہ یہ بندہ اب گرفت اور عذاب سے کہاں بچ سکے گا، لیکن ارحم الراحمین کی رحمت کا اس طرح ظہور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائیں گے "ہاں! ہمارے پاس تیری ایک خاص نیکی بھی ہے اور آج تیرے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اس نیکی کے فائدے سے تجھے محروم نہیں کیا جائے گا" یہ فرما کر کاغذ کا ایک پرزہ نکالا جائے گا، اس میں لکھا ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اور اس بندے سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے وزن کے پاس حاضر ہو، یعنی چل کر اپنے سامنے وزن کرا وہ عرض کرے گا خداوند! ان دفتروں کے سامنے اس پرزے کی کیا حقیقت ہے؟ اور ان سے اس کو کیا نسبت ہے؟ یعنی میں وہاں جا کر کیا دیکھوں گا اور کیا کروں گا، نتیجہ تو معلوم ہی ہے، کہاں اتنے بڑے بڑے 99 دفتر اور کہاں یہ ذرا سا پرزہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "نہیں، تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، بلکہ پورا پورا انصاف کیا جائے گا، جس پرزے کو تو معمولی اور بے وزن سمجھ رہا ہے، تیرے سامنے اس کا بھی وزن کیا جائے گا اور آج اس کا اور اس میں لکھے ہوئے ایمانی کلمے کا وزن ظاہر ہوگا اور اس کا تجھے پورا پورا فائدہ پہنچایا جائے گا، اس لیے مایوس نہ ہو اور میزان کے پاس جا کر وزن کو دیکھ" رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ 99 دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور کاغذ کا وہ پرزہ دوسرے پلڑے میں، پس ہلکے ثابت ہوں گے وہ دفتر اور بھاری رہے گا وہ پرزہ اور کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی، اللہ کے نام کے مقابلے میں۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
وقت کے ساتھ سب بدل جاتا ہے،
لیکن وہ گزرے دن اور خالص ذائقے، آج بھی یاد دلاتا ہے، شنگریلا اچار
گھر جیسا اچار چٹخارے دار...
Shangrila
MANGO PICKLE IN OIL
آم کا اچار تیل میں
Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
MIXED PICKLE IN OIL
مکس اچار تیل میں
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

ترقی کا راز

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللّٰہ

امتِ اسلامیہ جن خطرات سے گزر رہی ہے، وطنِ عزیز کے جو بد سے بدتر حالات پیش ہیں، بحثیتِ مسلمان ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کم زوری اور کوتاہی ہم نے کہاں دکھائی ہے؟ اس سب پہ نظر ڈالی جائے تو مسائل کا ایک طوفان ہے۔ روز بروز ہم ایک گڑھے کی طرف چلے جا رہے ہیں، لیکن حالات کے سدھار کے لیے سرا نہیں پکڑا جا رہا۔ اگر ہم ہندوستان کو دیکھیں تو وہاں جب سے ایک مذہبی حکومت بنی ہے، اس نے اپنے ملک کو مادّی لحاظ سے آگے پہنچایا ہے، ترقی کی ہے، سیکولرازم کی بجائے خود کو ایک ہندو مذہبی حکومت کے طور پر اس نے باور کروایا ہے۔ مودی کہتا ہے ہم ایک بڑے مقصد کے لیے بھیجے گئے ہیں، جب سے وہ ایک مذہبی حکومت آئی ہے، نہ صرف یہ کہ اس نے اپنے ملک کو مادّی لحاظ سے استحکام اور ترقی دی ہے، بلکہ وہ اپنا مذہبی پیغام ڈنکے کی چوٹ پر پوری دنیا میں پھیلا رہا ہے۔

ایران میں بھی ایک خاص مذہبی نظریے کی حکومت ہے، اس نے خود کو دنیا میں ایک آزاد حکومت کے طور پر منوایا ہے۔ بد قسمتی سے اہلِ ترک پر ایک بے دین شخص مسلط تھا، جس نے ان کے اندر عصبیت کی نفرت پھیلائی اور بے دین اور لامذہب قوم بنا دیا تھا، قرضوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم بن گئی، پھر ایک شخص آیا جس کی سوچ مذہبی ہے، جو فکر کے لحاظ سے ایک اچھا مذہب پسند آدمی ہے، آج اُس نے اپنی قوم کو پھر آزادی اور عزّت کے ساتھ چلنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ دفاعی لحاظ سے اور معاشی لحاظ سے وہ آج اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے جا رہا ہے۔ اس کے اندر ایک مذہبی شعور ہے، مذہبی فکر ہے اور وہ اپنے مذہبی کردار سے شرماتا نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو خاصا وقت لگ رہا ہے اپنی قوم کو صحیح رُخ پہ لانے میں، مگر ایک صدی تک، لامذہب ماحول نے اس قوم کو بہت دور کر دیا تھا، لیکن انھیں ایک ایسا حکم ران ملا جو مذہبی سوچ اور فکر رکھتا ہے اور دنیا میں مذہبی زندگی کا تحفّظ کرنے کے لیے علم بلند کرتا ہے۔ اسے فخر ہے، اُس نے اپنی قوم کو قرضوں سے نجات دی اور وہ آج ایک آزادی کے ساتھ اور عزّت کے ساتھ دنیا میں ایک قوم بن کر کھڑی ہے۔

پڑوسی ملک افغانستان کو دیکھیں جو چالیس سال سے جنگ زدہ ملک کہلاتا تھا، لیکن وہاں کے حکم ران علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم سچے دین کے پیروکار ہیں اور ہم کسی کی ڈکٹیشن اور کسی کا حکم، کسی کا آرڈر لینے کے لیے تیار نہیں اور اپنی مذہبی زندگی سے ایک انچ بھی دست بردار نہیں ہوں گے۔ آج وہ دنیا میں آزاد ہیں، عزّت کے ساتھ ہیں، سر اٹھا کے چل رہے ہیں اور ہم بد قسمتی سے ہندوستان کے ساتھ آزاد ہوئے۔ 75 سال سے ہم پر ایسے نالائق لوگ مسلّط ہوئے ایک دو کے علاوہ۔۔۔ ہم تو سچے مذہب کے پیروکار تھے اور اس ملک کی آزادی بھی مذہبی نعرے کے ساتھ ہوئی تھی، لیکن 75 سال گزرے ہیں ہم لامذہب لوگوں کے حوالے ہیں۔ مغربی ممالک میں مذہب تو نہیں ہے، لیکن انھوں نے اپنے ملک کو مادّی لحاظ سے مضبوط کر دیا، کیوں؟ اس لیے کہ قوموں میں ترقی یا استحکام، یا تو مذہب سے آتا ہے یا جب اس قوم کو شعور صحیح مل جائے، ایسا نظامِ تعلیم اس قوم کو مل جائے، جس سے اس ملک کے مفادات اور ترقی کا تحفظ ہو جائے۔ یہ شعور جب اس قوم میں بڑھ جاتا ہے، پھر مادّی لحاظ سے ضرور ترقی کرتا ہے۔ جاپان نے امریکا سے شکست ضرور کھائی جغرافیائی لحاظ سے، لیکن اس نے صاف کہہ دیا: ”ہم اپنا نظامِ تعلیم تمہیں نہیں دے سکتے، ہم اپنا نظامِ تعلیم نہیں دے سکتے۔“ آج وہ ملک اس نظامِ تعلیم سے اپنی قوم کو شعور دیتا ہے، ایسا شعور کہ اس کا بچہ اور بڑا اور سب اپنے ملک کی ترقی اور اس کے مفادات کو محفوظ کرتے ہیں۔ قوم کو شعور دیا اور ہماری نالائقی کا حال تو یہ ہے کہ ہم پانچ اور دس ارب ڈالر لینے کے لیے ان ملکوں میں جاتے ہیں، جہاں ہمارے ملک کے اربوں ڈالر موجود ہیں۔ ان ظالموں اور نالائقوں کو یہ پتا نہیں کہ وہ کون سی پالیسی اور کون سی نااہلی ہے، وہ کون سی نالائقی ہے، وہ کون سی بے دینی ہے کہ ہمارا سرمایہ وہاں جا رہا اور ہم چاہ رہے ہیں کہ دوسروں کا سرمایہ ہمارے ملک میں آ کے سرمایہ کاری ہو؟ لیکن وہ شعور نہیں ہے، وہ بصیرت نہیں ہے اور یہی حال عمومی طور پہ پوری قوم کا ہے۔ کوئی بھی نالائق کسی ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا دے، چل پڑتی ہے۔ تبھی تو ان نالائقوں کو ہمت ہو رہی ہے کہ قوم ہی شعور سے خالی ہے۔

پرتگال جیسا ملک، وہ کہتا ہے میں اپنی قوم کی ذہنیت باہر نہیں جانے دوں گا۔ میں اپنے قوم کے نوجوانوں کو باہر نہیں جانے دوں گا اور ہمارے نالائق کہتے ہیں باہر جائیں گے تو سرمایہ آئے گا، یعنی ان کے ہاں ذہانت کوئی سرمایہ نہیں، جوانی کی صلاحیت کوئی سرمایہ نہیں، ان نوجوانوں کی زندگیاں کوئی سرمایہ نہیں، یہ تو اس انتظار میں ہیں کہ سرمایا آئے گا، زرِ مبادلہ آئے گا۔ اس ملک میں کیا کچھ نہیں ہے کہ ہم ان نوجوانوں کے

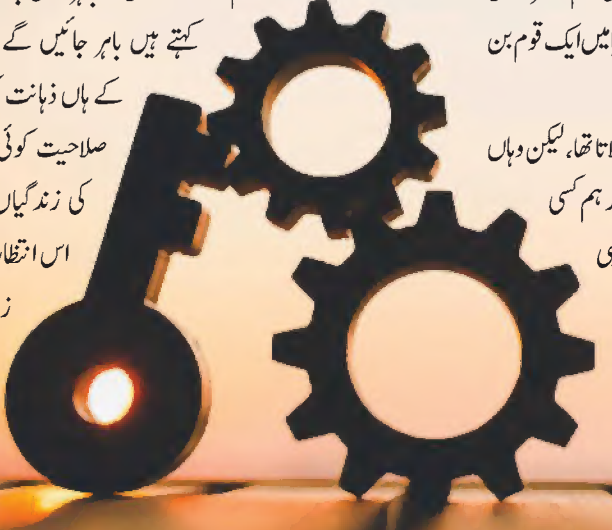

لیے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔۔۔ لیکن مذہب تو عقل دیتا ہے، مذہب تو بصیرت دیتا ہے، صحیح نظامِ تعلیم کا قوم کو صحیح شعور دیتا ہے اور بد قسمتی سے ہمارا ملک ان دونوں چیزوں سے خالی ہوتا چلا جارہا ہے۔

75 سال سے ایسے لوگ جو واقعی دین سے آراستہ ہوں اور دین ان کی ترجیح ہو اور اللہ کی رضا ان کا مقصود ہو، نہ ایسے لوگ ملے اور نہ 75 سال سے ایسا نظامِ تعلیم بنا سکے، جس سے اس قوم میں شعور ہو کہ اس ملک کا تحفظ، اس ملک کی ترقی کی ذمہ داری میری بھی ہے، جیسے حکم ران خود غرض ہیں قوم بھی ایسی ہی ہے۔ یہ اپنی ذہانت بھی غیروں کو دیتی ہے۔ اپنی صلاحیتیں بھی غیروں کو دیتی ہے اور اپنے وسائل بھی غیروں کو دیتی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ کہتا ہے کہ یہاں بیٹھنے والے سارے خود غرض ہیں تو میں خود غرضی سے، مفاد پرستی سے کام کیوں نہ لوں، پھر کہتے ہیں ملک کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ تو شعور نہ رہا۔

یہودیت کو لے لیجیے! اپنی مذہبی تعلیمات اور شعور کی وجہ سے اپنی آزادی کا تحفظ دنیا کی ہر سطح پر کر رہا ہے اور ہمارے جن ملکوں میں مذہب چلا گیا، وہ غیروں کی کالونیاں ہیں، جہاں انھیں نوکر چاکر بٹھا دیے، آرڈر انہی کے چلتے ہیں، ڈور وہیں سے کھینچی جاتی ہے، کہاں ہے آزادی؟ بول بھی نہیں سکتے، کہہ بھی نہیں سکتے۔ کافروں کے لیے تو سہارا بنیں گے، مسلمانوں کے لیے کھڑے بھی نہیں ہوں گے۔

غیروں کی مدد کے لیے ان کی ساری توانائیاں صرف ہوں گی اُن کے تحفظ کے لیے، مسلمانوں کے تحفظ کے لیے آج کوئی بھی کھڑا نہیں ہو رہا۔۔۔

مصیبتیں یوں ہی بیٹھے بٹھائے نہیں آیا کرتیں، یہ دنوں یا سالوں کی باتیں نہیں، یہ اس وقت ہوتا ہے جب قوموں میں برائی آجاتی ہے اور برائی قبول کرنا شروع ہو جاتی ہیں، جب کوئی قوم میں برائی کی صلاحیت ہو تو پھر وہ قبول کرتی ہے تو شعور نہیں ہے نا اور اگر کوئی دینی عمل ہے بھی، لیکن دینی شعور میں تناسب نہیں ہے۔ عبادت ہو گی، اسلام پسند ہو گا، مذہبی عبادت کا شوق بھی ہو گا، لیکن اس کا دینی شعور! ان دونوں میں کوئی تناسب نہیں ہے۔ دینی شعور کی تربیت نہیں ہے۔ نہیں جانتا ظلم کیا ہے، عدل کیا ہے، اسلام کیا ہے، جہالت کیا ہے، صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے، جب یہ صحیح شعور نہیں ہے تو کوئی بھی عیار، مکار اسے اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔ نمازی ہے، تہجد گزار ہے، عبادت گزار ہے، عمرے کرتا ہے، حج کرتا ہے، لیکن اس کے عمل میں، اس کے دینی شعور کی پختگی میں، کوئی تناسب نہیں ہے! سوچ ہی نہیں ہے! حضور ﷺ نے جن کی پرورش کی، جن کی تربیت کی، جن مسلمانوں کو اسلام پہ کھڑا کیا، جنھوں نے دنیا میں اسلام کا غلبہ کیا، عرب و عجم، کالے گورے، قریشی حبشی، ایشیائی اور افریقی، امیر اور غریب، ایاز و محمود سبھی اس کی صف میں کھڑے ہو گئے، لیکن یہ کب؟ جب اسلام کا شعور بھی موجود تھا، اسلام کا عمل بھی موجود تھا، مذہب کی زندگی بھی تھی، مذہب کی ذہنیت بھی تھی۔ مجال ہے وہ دھوکا کھائیں!

ایک دن اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْمَظْلُوْمًا اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ ان کی تو صحیح شعور پہ تربیت ہوئی تھی کہ ظالم کی مدد۔۔۔؟ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں، جس میں خالق ناراض ہوتا ہو۔ ان کی تربیت تھی، ان کی تربیت تھی کہ مخلوق کی ایسی فرماں برداری جائز نہیں، جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔ اللہ کے نبی ﷺ کہنے لگے:

اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْمَظْلُوْمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ بول دیا یا رسول اللہ (ﷺ)! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، میں اس کے ساتھ تعاون کروں، مدد کے لیے کھڑا ہوں۔ ظالم کی مدد کیسے کروں گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے خوشی ہوئی تمہاری تربیت اچھی ہے۔ تمہاری ذہنیت صحیح ہے۔ مجھے اور اطمینان ہوا کبھی تم ظالم کی صف میں نہیں کھڑے ہو گے۔ کبھی تم بے دین کی حمایت میں نہیں کھڑے ہو گے۔ کبھی کسی ظالم کے ساتھ معاون نہیں بنو گے۔ مجھے اطمینان ہو گیا، لیکن سمجھو میری بات کو، جو میں کہہ رہا ہوں! اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو، مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی مدد کہ اُس پر ظلم کر روک دو، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ناجائز سے روک دو، اسے غلط کام سے روک دو، اسے اللہ کی نافرمانی سے روک دو، ظالم کو روکو! یہ بھی اس کے ساتھ خیر خواہی ہے تمہاری، لیکن بولے اس لیے کہ وہ صرف عبادت گزار، تہجد گزار، عبادت کا ذوق رکھنے والے نہیں تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ دینی شعور کس کا نام ہے! دینی ذہنیت کس کا نام ہے! دینی سوچ کس کا نام ہے! آج دینی سوچ نہیں ہے۔

عبادت گزار ہو گا، لیکن اسے اسلام کا ادنیٰ تقاضا کیا ہے؟ نہیں جانتا۔ ادنیٰ مطالبہ کیا ہے؟ اس سے وہ بے خبر ہو گا۔ جاہلیت کا پیروکار ہو گا، جہالت کا حمایتی ہو گا تو آج اگر دیکھا جائے تو دنیا مذہب کی طاقت سے فائدہ اٹھا رہی ہے، چاہے، بہت جگہ پر مذہب غلط بھی ہیں، لیکن پھر بھی وہ مذہب کی طاقت سے واقف ہیں کہ مذہب بڑی طاقت ہے۔ یہودیت جانتی ہے، آپ نے دیکھے ہوں گے، آج کل ان کے عسکری ادارے اور ان کی افواج تورات پڑھتی ہوئی نظر آئے گی، عبادت کرتے ہوئے نظر آئیں گے، نمازیں پڑھتے ہوئے نظر آئیں گے، دعائیں کرتے ہوئے نظر آئیں گے، وہ جانتے ہیں مذہب کے بغیر طاقت نہیں ہوتی اور ہمیں لامذہب بنایا جارہا ہے۔ ہمیں مذہب سے دور کیا جارہا ہے۔ دنیا مذہب کی طاقت سے فائدہ اٹھا رہی ہے، اپنی دنیاوی ترقی کے لیے بھی، اپنے ملکوں کے استحکام کے لیے بھی، اپنی آزادی اور سر اٹھا کر چلنے کے لیے بھی اور ہمیں وہ جانتے ہیں کہ یہ قوم بھی اگر مذہب پہ آگئی اور مذہبی سوچ کے ساتھ آگے بڑھی تو پھر ان کی غلامیت کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی، پھر یہ جو نفرتوں کی آگ ہے رنگ، نسل، وطن، علاقے، صوبائیت، قومیت، گروہ بندیاں، فرقہ واریت کی آگ، انھیں پتا ہے اسلام میں تو عرب و عجم کو، ایشین اور افریقی کو، قریشی اور حبشی کو، امیر اور غریب کو سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا تھا۔ اسلام کے مذہب میں تو یہ طاقت موجود ہے، انھیں لامذہب کر دو۔ انھیں دین سے دور کر دو اور کبھی بھی ان کا اپنا نظامِ تعلیم نہ بننے دو، اس لیے کہ جب انھیں اپنا نظامِ تعلیم مل گیا تو اس قوم میں شعور آجائے گا۔ اپنے ملک کے مفادات، اپنے ملک کی ترقی کو، سب سے پہلے اس کو ترجیح دیں گے اگر ساری خرابیوں اور برائیوں کی جڑ دیکھیں تو آج ہم مذہب کی زندگی سے اور صحیح شعور سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ اس فتنے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سُورَةُ البَقَرَة

سید رشید عطا

سورۂ بقرہ مدنی سورت ہے۔ ترتیب کتابی کے اعتبار سے دوسری جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے 91 ویں سورت ہے۔ یہ قرآنِ کریم کی سب سے طویل سورۂ مبارکہ ہے۔ اس سورہ میں آیات کی تعداد 286 ہے جبکہ 40 رکوع ہیں۔ سورۂ بقرہ کے ابتدائی 16 رکوع پہلے پارہ میں، 16 رکوع دوسرے پارہ میں اور 8 رکوع تیسرے پارہ کے ابتدائی حصے میں موجود ہیں۔

اس سورت کا نام ''بقرہ'' اس لیے ہے کہ اس سورت میں آیت نمبر سڑسٹھ (67) تا تہتّر (73) میں گائے کے واقعے کا ذکر ملتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ 67
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ
ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ 68
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ
النّٰظِرِيْنَ 69
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ 70
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا
الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ 71
وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ 72
فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ 73

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، انھوں نے کہا کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے، کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ جاہلوں میں سے ہوں (67) انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہے، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بچہ اس کے درمیان ہے، پس کر ڈالو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے (68) انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر کہ ہمیں بتائے اس کا رنگ کیسا ہے، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک زرد گائے ہے، اس کا رنگ خوب گہرا ہے، دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے (69) انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر ہمیں بتائے کہ وہ کس قسم کی ہے، کیوں کہ وہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور پتا لگالیں گے (70) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے، محنت کرنے والی نہیں جو زمین کو جوتتی ہو یا کھیتی کو پانی دیتی ہو، بے عیب ہے، اس میں کوئی داغ نہیں، انھوں نے کہا اب تو نے ٹھیک بات بتائی، پھر انھوں نے اسے ذبح کر دیا اور وہ کرنے والے تو نہیں تھے (71) اور جب تم ایک شخص قتل کر کے اس میں جھگڑنے لگے اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس چیز کو جسے تم چھپاتے تھے (72) پھر ہم نے کہا اس مردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ (73)

زمانۂ نزول:

اِس سُورت کا بیشتر حصّہ ہجرتِ مدینہ کے بعد مدنی زندگی کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا ہے اور کم تر حصّہ ایسا ہے جو بعد میں نازل ہوا اور مناسبتِ مضمون کے لحاظ سے اس میں شامل کر دیا گیا، حتیٰ کہ سُود کی ممانعت کے سلسلہ میں جو آیات نازل ہوئی ہیں، وہ بھی اس میں شامل ہیں، حالاں کہ وہ نبی ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری زمانہ میں اُتری تھیں۔ سُورت کا خاتمہ جن آیات پر ہوا ہے، وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھیں، مگر مضمون کی مناسبت سے ان کو بھی اِسی سُورت میں ضم کر دیا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ کی کل 286 آیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1 آیتِ مبارکہ ا سے لے کر 176 تک۔

ان آیاتِ مبارکہ میں دعوت یعنی کفار کو خطاب ہے اور خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل (یہود) کا ذکر ہے۔

2 آیتِ مبارکہ ۱۷۷ سے لے کر 286 تک 110 آیات۔

ان آیاتِ مبارکہ میں امت اجابت یعنی امت مسلمہ کو خطاب اور ذکر ہے۔ ان آیات کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

الف: آیتِ مبارکہ 177 تا 242 کل 66 آیات مبارکہ ہیں، ان میں عبادات، معاملات اور معاشرے کے حوالے سے تقریباً 33 احکام مذکور ہیں۔ مثلاً متقی اور پرہیزگار لوگوں کی نشانیاں بیان کی ہیں، قصاص کے متعلق احکام ہیں، روزے سے متعلق احکام اور مسائل کا ذکر ہے، نزولِ قرآن کا ذکر ہے، زوجین کے تعلقات اور اہمیت کا بیان، مساجد میں اعتکاف سے متعلق، مالِ ناحق سے متعلق وعید، حج کے احکام اور مسائل، جہاد فی سبیل اللہ، حرمت والے مہینے کا بیان، انفاق فی سبیل اللہ، ذکر اللہ کی اہمیت، بعثتِ رسول اللہ ﷺ کا بیان، مصارفِ انفاق، عورتوں کے حیض کے مسائل، طلاق وعدّت کے مسائل، بچوں کو دودھ پلانے سے متعلق احکام، وصیت اور نمازوں کی حفاظت بالخصوص بیچ کی نماز کی

حفاظت وغیرہ وغیرہ

ب: آیتِ مبارکہ 243 تا 286 کل 44 آیاتِ مبارکہ ہیں، ان میں اہم اور نفس پہ بھاری دو حکم مذکور ہیں

1 جہاد فی سبیل اللہ

2 انفاق یعنی اللہ کی راہ میں اس کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرنا۔

اس کے علاوہ سود کی سختی سے ممانعت اور تجارت کی ترغیب، معاملات/لین دین/ادھار کو لکھنے کا بیان خواہ چھوٹی یا بڑی بات ہو۔

قرآنِ حکیم کی سورۃ البقرہ کی 255 ویں آیت جسے آیت الکرسی بھی کہا جاتا ہے، جو از روئے حدیث بڑی فضیلت اور عظمت والی ہے۔ اس میں توحید ذات و عظمت صفاتِ الٰہی بیان فرمائی گئی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور سب کو قائم رکھنے والا اور ہر عیب وجملہ عیب وجملہ نقائص سے منزّہ ہے۔

آیتُ الکرسی کے فضائل:

احادیث میں اس کی بہت فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، اس کے فضائل درج ذیل ہیں:

1 آیتُ الکرسی قرآن مجید کی سب سے عظیم آیت ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

2 جو سوتے وقت آیتُ الکرسی پڑھے تو صبح تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آسکے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

3 نمازوں کے بعد آیتُ الکرسی پڑھنے پر جنّت کی بشارت ہے۔ رات کو سوتے وقت پڑھنے پر اپنے اور پڑوسیوں کے گھروں کی حفاظت کی بشارت ہے۔ (شعب الایمان)

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

"جس نے رات میں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں، وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ 285

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ 286

ترجمہ: "رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انھوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لیے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما! اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔" (البقرۃ: 285-286)

فضیلت سورۃ البقرہ:

یہ دونوں آیات معراج کا تحفہ ہیں۔ (صحیح مسلم)

جو شخص رات میں یہ آیات پڑھے گا تو یہ دونوں اسے (اس رات میں ہر چیز سے) کافی ہوں گی (صحیح بخاری)

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ البقرہ کی دو آخری آیتیں رات میں پڑھ لیں، وہ اسے ہر آفت سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مسعودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى (النجم: 16)

قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو چڑھتا ہے وہ یہیں آکر ٹھہر جاتا ہے، پھر لے لیا جاتا ہے اور جو اوپر سے اترتا ہے، وہ بھی یہیں ٹھہرتا ہے، پھر لے لیا جاتا ہے۔ اللہ عزّوجل نے فرمایا: جبکہ سدرہ (بیری) کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔ (النجم:16)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنی سونے کے پتنگے، پھر رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں دی گئیں۔ ایک تو پانچ نمازیں، دوسری سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں اور تیسری اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت میں سے اس شخص کو بخش دیا جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے گا۔ (باقی تمام تباہ کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے، سوائے شرک کے)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ الْبَقَرَةُ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ (قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے، وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ پڑھا کرو، کیوں کہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت اور بد نصیبی ہے اور اہلِ باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ قرطبیؒ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس جگہ اہلِ باطل سے مراد جادوگر ہیں، مراد یہ ہے کہ اس سورت کے پڑھنے والے پر کسی کا جادو نہ چلے گا (قرطبیؒ از مسلم بروایت ابوامامہ باہلی) اور حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے، شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ (ابن کثیر از حاکم) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ سنام القرآن اور ذروۃ القرآن ہے، سنام اور ذروہ ہر چیز کے اعلیٰ و افضل حصے کو کہا جاتا ہے، اس کی ہر آیت کے نزول کے وقت اسّی فرشتے اس کے جلو میں نازل ہوئے (ابن کثیر از مسند احمد)

ڈپریشن عالمی مسئلہ

حفصہ فیصل

ڈپریشن آج کے دور میں ایک عالمی مرض بن گیا ہے۔ بوڑھوں، جوانوں حتیٰ کہ بچوں میں مرض تیزی سے عام ہو رہا ہے، اس مرض کے عام ہونے کی ایک اہم وجہ مادّیت پرستی ہے۔ ہر شعبے اور ہر چیز میں پیسا اور دولت ایک اہم کردار ادا کرنے لگا ہے۔ معیار، صلاحیت اور قابلیت کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر افراد میں ڈپریشن عام ہوتا جا رہا ہے اور اسی مرض کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ اور فساد جنم لے رہا ہے۔

اداسی کی کئی وجوہات ہیں، جن میں سے بے روزگاری، مہنگائی، خاندان کی کفالت کی ذمہ داری، حساسیت، خوف، پے در پے ناکامیاں، بلاوجہ کی تنقید، تمسخر اور مضحکہ، لگژری سہولیات کے حصول کے لیے بے انتہا تگ و دو کرنا، بیٹیوں کی شادی وغیرہ اور اس جیسی کئی وجوہ ہیں جو انسان کو گھیرے ہوئے ہیں۔

اسی اداسی، ڈپریشن کے حل کے لیے سلیپنگ پلس کا بے تحاشا استعمال مزید بے چینی اور بے سکونی کو پروان چڑھاتا ہے۔ چڑچڑاپن، غصہ، بے خوابی کا مرض زندگی کا بے مقصد محسوس ہونا کہیں بھاگ جانے اور مر جانے کا جی چاہنا، ایسے خیالات محسوس ہوتے ہیں، جن کے نتیجے میں خودکشی جیسے اقدام سامنے آتے ہیں۔

خواتین اور لڑکیوں میں عموماً رشتہ نہ آنا، گہری رنگت پر تنقید اور نکتہ چینی کی وجہ بھی ڈپریشن کو فروغ دیتی ہے، جب صورت کو ترجیح دی جائے اور سیرت کی ناقدری کی جاتی ہے تو وہ لڑکیاں تنہائی کا شکار ہو جاتی ہیں اور فراغت کے لمحات میں ڈپریشن کی وجہ سے بے انتہا کرب اور دکھ محسوس کرتی ہیں۔ اسی بنا پر لڑکیوں میں شیزوفینیا کی بیماری سر ابھارتی ہے۔ اس بیماری کو کم علم اور جاہل لوگ اثرات، آسیب اور جادو کا نام دے کر مزید وا ہے فروغ دیتے ہیں، چوں کہ اس بیماری میں دورے پڑتے ہیں، اسی لیے اس کو آسیب گردانا جاتا ہے، حالاں کہ اس کی بنیادی وجہ مناسب وقت پر شادی نہ ہونا، بار بار دھتکارا جانا، حسن اور خوب صورتی کی کمی ہونا اور پھر اس پر تنقید کرنا بنتا ہے۔

اسی طرح بچوں میں بھی محنت اور جِدّوجُہد کے باوجود توقّع کے مطابق رزلٹ نہ آنا، جسمانی لحاظ سے کم زور ہونا، اسی طرح کند ذہن بچے بھی ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چڑچڑاہٹ اور جھنجھلاہٹ ان کی طبیعت کا حصہ بنتی جاتی ہے، ہر ایک سے لڑنے کا جی چاہتا ہے اور بعض دفعہ اسی لڑائی جھگڑے میں اپنا ہی نقصان کروا لیتے ہیں۔

شادی شدہ خواتین بھی شوہر اور سسرال کی ناقدری، بچوں کی پے در پے پیدائش، کم آمدنی میں خواہشات مارنے کی وجہ سے اس کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہی سوچیں بے خوابی کا شکار بن کر ان کے اعصاب کو مزید کم زور کر دیتی ہیں۔

آیئے! جانتے ہیں یہ ڈپریشن ہے کیا؟

ڈپریشن ایک اعصابی بیماری ہے اور اس کا حل غذا کے ساتھ ساتھ قدرتی طریقوں اور رویّوں کی تبدیلی سے کیا جاتا ہے۔

طریقۂ علاج کو تسلسل کے ساتھ جاری رکھا جائے اور اگر آپ کے اِرد گرد کسی کے ساتھ یہ مسئلہ ہے تو اس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں، اس کی حوصلہ افزائی کیجیے، اس کی صلاحیتوں کو سراہیں۔ یہ رویّے اس کے لیے ٹانک کا کام دیں گے۔ غذائیت اور دماغی حالت کا رشتہ ایک اہم اور مضبوط کردار ادا کرتا ہے۔ ہمارے بدن میں بہت سے معدنیات مثلاً؛ فولاد، چونا، میگنیشیم، پوٹاشیم اور وٹامنز وغیرہ ہوتے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو توازن بگڑ جاتا ہے، اُداسی اعصاب پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔ غذا میں پروٹین اور وٹامن سے بھرپور غذائیں، جوس کا استعمال اعصاب کو نہ صرف مضبوط بناتا ہے بلکہ توانائی اور تقویت بخشتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مریض کو قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہونے کا پورا پورا موقع ملنا چاہیے، اس سے اندر کی گھٹن اور جلن میں خاطر خواہ کمی واقع ہوتی ہے۔ یوگا کرنا، جاگنگ کرنا، واکنگ کرنا ان سب چیزوں کے ساتھ کھلی ہوا میں گہرے سانس لینا اندرونی طور پر انسان کو تر و تازہ کرتا ہے اور اس کے ذہن سے فضول خیالات جو ڈپریشن پیدا کرتے ہیں، وہ کافی حد تک کم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اچھی کتابوں کا مطالعہ بھی مرض کو کم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ کھلی ہوا میں گہری سانسیں لینا، ورزش کو معمول بنانا، ننگے پاؤں گھاس پر ٹہلنا اور صبح کی سیر اُداسی اور ڈپریشن سے نجات کے بہترین ٹونک ہے۔

نقاد دوستوں، رشتے داروں اور احباب سے بھی پرہیز کرنا چاہیے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

الغرض مریض کو یہ احساس دلانا کہ زندگی اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا عطیہ ہے، جس کا شکر کرنا ہم انسانوں پر واجب ہے۔ اس کو اس طرح ضایع نہیں کرنا بلکہ اس کے نصب العین کو سمجھنا ہے، جس کے لیے خوش باش رہ کر تشکّر بھرے کلمات کو اپنانا ہوگا۔ گلے شکوے زندگی کو تکلیف دہ اذیت ناک بناتے ہیں۔

اگر آپ کے ارد گرد کوئی ڈپریشن کا مریض ہے تو آپ ان کے اندر مثبت سوچ اور احساس کو فروغ دیں، اگر ان کے قریب ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کو بار بار تنقید اور تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، ان کو سمجھائیں ان کو بتائیں کہ آپ اپنے پیاروں کے ساتھ بہت غلط رویّہ اختیار کیے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اس حالت کو پہنچا ہے۔ ڈپریشن کے مریض کو یہ احساس دلائیں کہ ان کی زندگی بہت قیمتی ہے، اس کا مقصد بہت بلند ہے۔ اس طرح ایک قیمتی زندگی آپ کے طفیل احساسِ محرومی سے بچ جائے گی اور آپ سچے خوشی کے احساس کو محسوس کریں گے۔

Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
summer
LA PERFUME
Hello
SUMMER
ProudlyMadeInPakistan
Perfect
FRESHENER

آبِ زمزم کی فضیلت اور طبی فوائد

حکیم شمیم احمد

آخری حصہ

ایک خاتون کا ایمان افروز واقعہ

لیلیٰ برادر اسلامی ملک مراکش کی ایک نوجوان خاتون تھی، جسے اللہ تعالیٰ نے حسن وجمال، رعنائی وزیبائی، مال ودولت، خاوند اور اولاد غرض ہر نعمت سے نواز رکھا تھا۔ خود استانی تھی اور خاوند کا پیشہ تجارت تھا۔ نادیہ اور کریم ان کے دو بچے تھے، بڑے ہی خوب صورت اور پیارے تھے۔ لیلیٰ کی زندگی بڑی عیش ونشاط سے گزر رہی تھی۔ گانے بجانے، موسیقی سے شغل کرنے اور آرائش وزیبائش کرتے رہنے کے سوا اسے گویا اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ دنیاوی مشاغل اور عیش وعشرت میں اس قدر منہمک تھی کہ اللہ کا نام بھی کبھی اس کی زبان پر نہ آیا تھا۔ ایک سال موسمِ گرما میں جب یہ اپنے خاوند اور بچوں کے ہم راہ ساحلِ سمندر پر سیر وتفریح کے لیے گئی تو واپسی پر اس نے اپنے بائیں پستان پر سُرخ سُرخ رنگ کے ڈورے دیکھے، جو آہستہ آہستہ بڑھتے گئے اور پستان سُرخ انار کی صورت اختیار کر گیا۔ اس سے سیاہ رنگ کا گرم گرم سا مواد بھی رِسنے لگا اور پھر اس میں نہایت ہی شدید درد وکرب کی ٹیسیں پڑنے لگیں۔ ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا گیا تو اس نے کہا کہ یہ سرطان کا شدید حملہ ہے، اس کا علاج یہاں ممکن نہیں ہوگا، فوراً بلجیم یا فرانس چلے جاؤ، وہاں کے کینسر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے اس کا علاج کرواؤ۔ لیلیٰ اپنے خاوند کے ہم راہ بذریعہ ہوائی جہاز فرانس چلی گئی، وہاں کینسر کے چھ ماہر ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے اس کا طبّی معائنہ کیا اور رپورٹ میں سب ڈاکٹروں نے بالاتفاق یہ لکھا کہ مریضہ چند ہفتوں سے زیادہ کی مہمان نہیں ہے، کیوں کہ کینسر اس کے سارے جسم میں پھیلتا جارہا ہے۔ لیلیٰ نے مسیحاؤں کی زبان سے مایوسی اور موت کی یہ بات سنی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، حسرت ویاس کے سائے اس پر طاری ہوگئے، آنکھوں سے آنسو کی آبشاریں بہنے لگیں، درد وکرب میں مزید اضافہ ہوا اور اسے پوری کائنات گردش کرتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ ڈاکٹروں کی رائے یہ تھی کہ سرطان زدہ پستان کاٹ دیا جائے، ورنہ سرطان میں سارا بدن مبتلا ہوجائے گا، جس کے نتیجے میں جسم پھول جائے گا، بال بھی باقی نہ رہیں گے، حتیٰ کہ پلکوں اور ابرو کے بال بھی باقی نہ رہیں گے، چناں چہ واقعی کچھ دنوں میں لیلیٰ کے اوپر کے بدن کے حصے میں گردن پر کانوں کی پچھلی طرف اور بغلوں میں چھوٹی چھوٹی گھٹلیاں نکل آئیں، جنہوں نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کردیا۔ لیلیٰ کے خاوند سے بھی اس کی یہ صورت دیکھی نہ جاتی تھی، اس نے بڑے ہی کرب سے گلوگیر لہجے میں کہا لیلیٰ اب تو کوئی شک نہیں رہا کہ تم واقعی چند دن کی مہمان ہو، اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ہم کیوں نہ مکہ مکرمہ چلیں اور اس ذاتِ اقدس کے بابِ عالی پر دستک دیں، جو بے کسوں اور بے بسوں کا ملجا وماویٰ ہے۔ خاوند کی بات سُن کر لیلیٰ کو بھی انبساط، انشراح قلب وصدر نصیب ہوا، چناں چہ اس کا اپنا بیان یہ ہے کہ ہم نے ہسپتال چھوڑ دیا، سوئے حرم روانگی شروع کردی اور پیرس کی سڑکوں پر ہی بلند آواز سے تکبیر وتحمید اور سرورِ کائنات ﷺ پر درود وسلام پڑھنا شروع کردیا۔ لیلیٰ نے مکہ میں ایک نئی دنیا دیکھی، جہاں کی کیفیت ہی کچھ اور تھی اور اس مقام پر رُک کر کھڑے ہوکر بارگاہِ الٰہی میں فریاد شروع کی ”اے اللہ! کائنات کے بادشاہ اور اپنی ساری مخلوق کو شفا بخشنے والے! تیری ایک گناہ گار بندی تیرے دربار میں حاضر ہے، جو دور دراز سے چل کر آئی ہے اور سرطان جیسے ناقابلِ علاج مرض میں مبتلا ہے۔ تمام حکیم وڈاکٹر اس کے علاج سے عاجز وقاصر ہیں، تیرے لیے تو کوئی مشکل کام نہیں، تُو مجھے صحت وشفا عطا فرمادے۔ اے میرے مولا! مجھے صبر وتوفیق عطا فرما اور صحت وعافیت سے شاد باد فرمادے۔“ لیلیٰ نے حرمِ مکہ کے ایک کونے میں ڈیرہ ڈال دیا، اپنی تئیں خود کو خدا کا مہمان بنادیا اور یہاں شب وروز اسی طرح گزارنا شروع کردیے، کبھی تو بارگاہِ ایزدی میں رکوع کی حالت میں ہے اور کبھی سجدہ ریز اور کبھی غلافِ کعبہ سے چمٹ کر خداوند کریم کے حضور اپنی دعا پیش کرتی ہے اور کبھی لپک لپک کر چاہِ زمزم کے قریب جاتی ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے ارشاد کو یاد کرتی ہے کہ ”آبِ زمزم جس نیت سے بھی پیا جائے، وہ مراد پوری ہوجاتی ہے، اگر تم حصولِ شفا کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ صحت وشفا عطا فرمادیتے ہیں، بھوک مٹانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ اسے کھانے کے قائم مقام بنادیتے ہیں اور پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ اسے باعثِ فرحت وتسکین بنادیتے ہیں۔“ پورے چار دن اس محویت اور استغراق کے عالم میں گزار دیے، دن رات میں وہ صرف ایک انڈہ اور ایک روٹی کا ٹکڑا کھاتی، زمزم خوب پیتی، طواف، نماز، تلاوت اور ذکر واذکار کے علاوہ اسے کوئی کام نہ تھا، اس ٹوٹے ہوئے دل سے بار بار یہ آہیں نکلتی ہیں ”اے غم وفکر سے نجات دینے والے! مجھے اس غم سے نجات دے، اے نعمت کے مینہ برسانے والے! مجھے بھی نعمتِ شفا عطا فرما۔“ لیلیٰ نے یہ دن بارگاہِ الٰہی میں اسی انداز سے گزارے کہ کبھی بیت اللہ کا طواف کررہی ہے، کبھی غلافِ کعبہ سے چمٹ کر آہ وفغاں کررہی ہے، کبھی مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر نماز پڑھ رہی ہے، کبھی حجرِ اسود کو بوسہ دے رہی ہے، سو سو مرتبہ درود شریف پڑھتی کئی کئی پارے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتی، بھاگ کر آبِ زمزم کی طرف جاتی، جس کے نوش جان کرنے سے ساری تکلیفیں اور تھکاوٹیں دور ہوجاتیں تو پھر سے تازہ دم ہوکر طواف، نماز، تلاوت اور ذکر واذکار شروع کردیتی۔ لیلیٰ کا بیان ہے: ”بس پھر کیا تھا، مجھے انبساط وانشراح قلب وصدور کی دولت نصیب ہوگئی۔ رحمتِ الٰہی نے مجھے اس طرح اپنے دامن میں لے لیا کہ مجھ پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور مجھے یہ احساس بھی نہ رہا کہ میں کعبۃ اللہ میں موجود ہوں اور اپنی بیماری کے علاج کے لیے دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں۔“ واقعی رب کی رحمتیں لیلیٰ پر نازل ہونا شروع ہوگئیں تھیں۔ لیلیٰ بیان کرتی ہے:

”میں نے اپنی قمیص کے اندر ہاتھ ڈالا، تاکہ دیکھوں کہ سرطان کے پھوڑوں اور ان کے ورموں کی کیا حالت ہے؟

بقیہ صفحہ نمبر 16 پر

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

محرّم میں شادی کا حکم

سوال: کیا ہم محرّم میں شادی کر سکتے ہیں؟ اکثر لوگ محرّم میں شادی بیاہ کی تقریب نہیں کرتے ہیں، یہ محض سوچ ہے یا حقیقت بھی ہے اس میں؟ خاص طور پر لوگ 9-10/ محرّم کو شادی بیاہ نہیں کرتے ہیں۔ براہِ کرم اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: واضح ہے کہ قرآنِ کریم، حدیث شریف، شروح حدیث، فقہ و فتاوی میں نکاح کے احکام بہت مفصّل طریق پر بیان کیے گئے ہیں، حتیٰ کہ فرائض، شرائط، ارکان، مستحبات، مکروہات اور ممنوعات پر تفصیل سے بحث ہے، اسی طرح ماہِ محرّم میں عبادات کی ترغیب اور خلافِ شرع پھیلے ہوئے منکرات قبائح، برائیاں ذکر کر کے سب کے تفصیلی احکام کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں، مگر کسی کتاب میں نکاح یا محرّم کے منکرات اور رسوم مروّجہ وغیرہ میں نو۔ دس یا کسی اور دیگر تاریخ محرّم میں اس کو شمار نہیں کیا، پس محرّم یا محرّم کی نو، دس تاریخ میں شادی بیاہ کرنا شریعتِ مطہرہ کی نظر میں دیگر مہینوں اور ان کے ایام کی طرح ہے اور دیگر ماہ کی ہر تاریخ میں بلا کراہت درست ہونا یکساں ہے، جو لوگ اس ماہ یا اس ماہ کی نو، دس تاریخ میں شادی کی تقریب کو انجام دینا برا سمجھتے ہیں ان کی سوچ شرعی اعتبار سے غلط ہے، حقیقتِ شرعیہ کے اعتبار سے ایسی سوچ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

یوم عاشورا کے فضائل

1. محرّم الحرام کے مہینے کی دس تاریخ کی فضیلت صحیح احادیث سے کیا ثابت ہیں؟
2. محرّم الحرام کی رسومات اور غیر شرعی کام جو لوگ کرتے ہیں، ان سے تعلق رکھنا کیسا ہے؟
3. حقیقت میں محرّم کا منانا اہلِ تشیع کی عادت ہے، اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب 1: احادیث سے محرّم کی 10 تاریخ کے حوالے سے درج ذیل خصوصیات معلوم ہوتی ہیں:

1. مبارک دن ہے۔
2. اس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی، اس کے شکرانے پر روزہ رکھا کرتے تھے۔
3. حضرت موسیٰ علیہ السلام اس دن بطورِ شکرانہ روزہ رکھتے تھے۔
4. رسول اللہ ﷺ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

جواب 2: جو لوگ رسومات اور غیر شرعی امور میں مبتلا ہوں، ان کو اوّلاً سمجھانا چاہیے اگر وہ پھر بھی ان امور سے باز نہ آئیں تو ان سے میل جول کم کر سکتے ہیں۔

جواب 3: واضح رہے کہ اہلِ تشیع کے ہاں محرّم کا مہینہ غم کا مہینہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا، اسی لیے یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں سوگ مناتے ہیں، نوحہ گاتے ہیں اور دیگر اعمال سرانجام دیتے ہیں، جب کہ اگر اس دنیا سے کسی نیک ہستی کے جانے کا دن اور مہینہ غم منانے کا مہینہ ہوتا تو آپ کے والد (حضرت علی کرّم اللہ وجہہ) آپ سے زیادہ افضل تھے۔ اُن کو چالیس ہجری سترہ رمضان جمعہ کے دن جب کہ وہ اپنے گھر سے نمازِ فجر کے لیے تشریف لے جا رہے تھے شہید کر دیا گیا، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے افضل ہیں، جنہیں پینتیس ہجری عید الاضحیٰ کے بعد ان ہی کے گھر میں شہید کر دیا گیا، لیکن لوگوں نے ان کے قتل کے دن کو بھی اس طرح ماتم نہیں کیا، اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں، جن کو مسجد کے محراب میں نماز کی حالت میں جب کہ وہ قرات کر رہے تھے، شہید کر دیا گیا، لیکن ان کے قتل کے دن بھی اس طرح ماتم نہیں کیا جاتا اور جناب نبی اکرم ﷺ جو دنیا و آخرت میں بنی آدم کے سردار ہیں، ان کی وفات کے دن کو بھی کسی نے ماتم کا دن قرار نہیں دیا اور یہی اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ کسی مسلمان پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔ آگے حضرت امام ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ محرّم منانا، ماتم وغیرہ کرنا یہ سب اہلِ تشیع کی عادت اور طریقہ ہے۔

محرم کے مہینے میں شیعہ کے لیے کالے کپڑے سینا

سوال: محرّم الحرام میں شیعہ کے کالے کپڑے سلائی کرنا کیسا ہے اور کیا اس پر لی گئی اُجرت حلال ہے؟

جواب: محرّم الحرام کے مہینے میں شیعہ فرقہ کے لیے کالے کپڑے سینا شرعاً درست نہیں ہے اور اس پر لی گئی اُجرت بھی حلال طیب یعنی پاکیزہ حلال نہیں ہے۔

محرم کے مہینے میں بغیر کسی نذر و نیاز کے حلیم پکانے کا حکم

سوال: کیا محرّم کے مہینے میں بغیر کسی نذر و نیاز کے حلیم پکانا جائز ہے؟ یا محرم کے بعد بغیر کسی نذر و نیاز کے پکانا کیسا ہے؟

جواب: 1 تشبّہ بالروافض (شیعوں کے ساتھ مشابہت) کی وجہ سے جائز نہیں۔

2 درست ہے۔

محرم کی دس تاریخ کا روزہ

سوال: محرّم کی نو اور دس تاریخ کا روزہ اور ذی الحج کی نو تاریخ کا روزہ فرض ہے یا مسنون؟

جواب: محرّم کی نو اور دس تاریخ (عاشورہ) کا روزہ اور ذی الحج کی نو تاریخ (عرفہ) کا روزہ رکھنا

فرض نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

فارایور کمپنی میں کام کرنا

سوال: میں نے کچھ دن پہلے "فارایور" نامی کمپنی میں کام شروع کیا ہے۔ اس کا طریقہ کار کچھ یوں ہے کہ کمپنی نے اپنی پراڈکٹس کو کچھ پوائنٹ دیے ہوئے ہیں، جنہیں "cc" کہتے ہیں۔ کمپنی کو ایک بار 2cc کارٹن اوور کر کے دینا ہوتا ہے، یعنی تقریباً 58000 روپے کی پراڈکٹس خریدنی ہوتی ہیں۔ میں نے یہ پیک خرید لیا ہے۔ اب اگر میں کسی اور کو کمپنی میں بزنس کرواؤں گی تو کمپنی مجھے پہلے لیول پر ایک بندے کا 20 فیصد کمیشن دے گی جو تقریباً 13000 بنتا ہے۔ یہ بندہ آگے لوگوں کو شامل کروائے گا۔ جتنے لوگ شامل ہوں گے، ان سب کے cc میرے 2cc میں شامل ہوتے رہیں گے۔ جب میرے 2,5cc ہو جائیں گے تو میں دوسرے لیول پر پہنچ جاؤں گی۔ اس میں مجھے اس بندے کا 25 فیصد کمیشن لے گا، جسے میں شامل کرواؤں گی اور اگر میری ٹیم میں کوئی کسی کو شامل کرواتا ہے تو مجھے اس کا 5 فیصد کمیشن ملے گا۔ اسی طرح لیول بڑھتے جاتے ہیں اور آمدن بھی بڑھتی جاتی ہے۔

برائے مہربانی مجھے یہ بتادیں کہ یہ کام حلال ہے یا حرام؟ کیوں کہ یہ پراڈکٹس فائدہ مند ہیں اور بہت سے لوگ صحت کے لیے خریدتے بھی ہیں۔

جواب: واضح رہے کہ سوال میں مذکور کاروبار مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر جائز نہیں ہے:

1. لوگوں کو چیز فروخت کروا کر کمیشن لینا اجارے (ملازمت) کے تحت آتا ہے، جسے پراڈکٹس کی خریداری کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ یوں ایک عقد (معاملے) میں دوسرے عقد کو جمع کیا گیا ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔
2. ان پراڈکٹس کی خریداری سے اکثر نیٹ ورکنگ کے کام میں شامل ہونا ہی مقصود ہوتا ہے جو اجارے کے تحت آتا ہے۔ معاملات میں اس چیز کا اعتبار ہوتا ہے جو مقصود ہو، چوں کہ اس ادائیگی کا مقصد اجارے (نیٹ ورکنگ) کا حق خریدنا ہوتا ہے جو کہ شرعاً حقِ مجرّد کی بیع ہے، لہٰذا یہ خریداری ناجائز ہے اور اس کے لیے پیسے ادا کرنا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔
3. جو رقم کمپنی کو ادا کی جاتی ہے وہ اس اُمید پر ادا کی جاتی ہے کہ مزید ممبر بنانے پر کمپنی سے کمیشن ملے گا اور نفع ہوگا، چوں کہ ممبر بننا اور نفع ہونا یقینی نہیں ہوتا لہٰذا یہ شرعاً جوا بنتا ہے اور اس ذریعے سے ہونے والا نفع سود کے زمرے میں آتا ہے۔
4. پہلے ممبر کے بعد آگے بننے والے ممبرز کی خریداری سے اس شخص کا براہِ راست تعلق نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اسے جو کمیشن ملتا ہے وہ اس کے اپنے کام کے بغیر ملتا ہے، چوں کہ اُجرت کسی کام کے بدلے ہوتی ہے، لہٰذا یہاں اُجرت لینا بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

سودا ختم کرنے کے بعد نفع کا مطالبہ کرنا

سوال: سعید نے عاصم سے ایک گھر مبلغ =/530,000 روپے پاکستانی پر لیا جو کہ زیرِ تعمیر تھا، جس میں سے سعید نے عاصم کو =/500000 روپے پاکستانی دے دیے۔ گھر کی تعمیر اور پیسوں کی وصولی کا وقت اٹھارہ ماہ مقرر ہوا۔ 18 ماہ گزرنے کے باوجود سعید نے 5 لاکھ روپے کے علاوہ ایک پائی بھی عاصم کو نہیں دی۔ دو سال کے بعد سعید نے عاصم سے اپنی رقم کی وصولی کا مطالبہ کیا، جس میں عاصم نے سعید کو دو لاکھ پچاس ہزار روپے واپس کیے۔ ایک سال بعد عاصم نے مذکورہ گھر نامکمل حالت میں تاوان پر بیچ دیا۔ اب سعید عاصم سے منافع کا مطالبہ کرتا ہے اور عاصم نے جو تاوان کیا ہے، سعید تاوان تو سرے سے مانتا نہیں، بلکہ الٹا اس کو گالی گلوچ اور دھمکیاں دیتا ہے کہ مجھے ہر حال میں منافع دینا ہے۔ شریعت کی رو سے کیا سعید کا مطالبہ جائز ہے؟ اور کیا یہ سود کے زمرے میں آتا ہے؟

جواب: صورتِ مسؤلہ میں سعید نے عاصم سے سودا ختم کرتے ہوئے جب اپنے دیے گئے پانچ لاکھ روپے کی واپسی کا مطالبہ کیا اور ڈھائی لاکھ وصول بھی کر لیے تو مذکورہ زیرِ تعمیر گھر سے سعید کی ملکیت بھی ختم ہو گئی اور وہ گھر عاصم کی ملکیت ہو گیا اور اس کے نفع نقصان کا مالک بھی عاصم ہو گیا، البتہ بقیہ ڈھائی لاکھ روپے عاصم کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ پس سودا ختم کرنے کے ایک سال بعد جب عاصم نے وہ گھر فروخت کیا تو عاصم نے اپنی ہی مملوکہ چیز میں تصرف کیا، جس کا حق عاصم کو شرعاً حاصل تھا، لہٰذا سعید کی جانب سے اب نفع کا مطالبہ شرعاً درست نہیں۔ اگر سودا ختم نہیں ہوا تھا تو پھر جواب کی نوعیت کچھ اور ہوگی، ایسی صورت میں دوبارہ دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم!

بقیہ

آبِ زمزم کی فضیلت اور طبی فوائد

لیکن مجھے کوئی بھی پھوڑا نظر نہ آیا اور نہ کوئی ورم محسوس ہوا۔ میں نے حیرت سے اپنے ساتھ عبادت میں مصروف خواتین سے پوچھا "ذرا دیکھو! میری گردن اور بازوؤں پر تمہیں کوئی پھوڑا پھنسی نظر آرہی ہے؟" سب نے کہا: "نہیں۔" پھر میں نے تکبیر اللہ اکبر بلند آواز سے کہی۔ لیلیٰ فرطِ مسرّت سے بھاگ کر اپنے خاوند کی طرف گئی، جو حرم کے کسی دوسرے کونے میں تھا۔ لیلیٰ نے جب اپنے خاوند کو یہ صورتِ حال بتائی تو وہ بھی فوراً مسرّت سے رونے لگا اور کہنے لگا "تمہیں خبر ہے کہ ڈاکٹروں نے مجھے یہ کہا تھا کہ تم صرف تین ہفتوں کی مہمان ہو۔" پھر لیلیٰ اور اس کا خاوند شکر اور اطمینان کے جذبات سے لبریز ہو کر بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ لیلیٰ اور اس کے خاوند نے چند دن مزید حرم میں رہ کر شکر، ذکر اور فکرِ الٰہی میں گزارے، حتیٰ کہ چیک اپ کے لیے فرانس جانے کا وقت قریب آگیا، تاکہ ڈاکٹروں نے دوبارہ معاینے کے لیے جو وقت دیا تھا، اس کے مطابق وہاں پہنچ سکیں، چناں چہ جب فرانس میں ڈاکٹر نے مریضہ کو دوبارہ دیکھا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، طبّی نتائج پہلے کی نسبت اس قدر زیادہ مختلف تھے کہ ایک ڈاکٹر نے پوچھا کچھ دن پہلے تو تمہارے بدن میں کینسر کے پھوڑے اور وَرم تھے، وہ کدھر گئے؟ لیلیٰ نے ان سب سوالات کے جواب میں ایک بات کہی: "اللہ کی رحمت اور اس کی کرم نوازی نے میرے تمام دکھ دور کر دیے ہیں۔" ڈاکٹروں کی حیرت کی انتہا تھی، تاہم! انھوں نے مشورہ دیا کہ از راہِ احتیاط دواؤں کا استعمال بھی جاری رکھنا۔ لیلیٰ کہتی ہے کہ میرا دل اطمینان و یقین کی دولت سے لبریز تھا کہ مجھے شفا نصیب ہو گئی ہے، تاہم! آں حضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں علاج کا سلسلہ جاری رکھا، چناں چہ آج کل اپنے گھر میں اپنے خاوند اور اپنے پیارے بچوں نادیہ اور کریم کے ساتھ خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔ لیلیٰ کا بیان ہے:

"جب میری حالت ناگفتہ تھی، سارا خون پیپ اور گندے مادوں میں تبدیل ہو گیا تھا اور میں نے اللہ کے گھر پر ڈیرے ڈال دیے تھے، اس وقت بھی میرا دل اس یقین سے سرشار تھا کہ جس بیماری کے علاج سے اطبّا اور ڈاکٹر عاجز آچکے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے شفا عطا فرما سکتے ہیں اور اس بات پر بھی میرا ایمان تھا کہ دعا سے تقدیر بھی بدل سکتی ہے۔" (ماخوذ: عبادتِ نبوی اور جدید سائنسی تحقیقات، تحقیق و تصنیف محمد انور اختر)

Scan now to visit us:
S-11, Yousuf Grand Square,
Block 8, Clifton, Karachi

Contact us:
NEWZAIBYJEWELLERS

Follow our socials:
021 35835455 - 021 35835488

رابعہ فاطمہ

کفر پر پہلی کاری ضرب

تاریخِ اسلام میں رونما ہونے والا پہلا حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا معرکہ غزوۂ بدر اپنے اندر ان گنت پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں جس ریاست کا قیام فرمایا، اس کی مضبوطی کی بنیاد یہ جنگ بنی تھی۔ لشکرِ کفّار کی تعداد کے مقابلے میں تہائی تعداد میں ہونے کے باوجود جاں نثارانِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوصلے بلند تھے۔ جنگی ساز و سامان کی کمی کے باوجود بھی اسلام کی یہ تاریخی فتح اس بات کی شاہد ہے کہ ایمان کی مضبوطی اور باہمی اتحاد و اتفاق سے مسلمان ہر جنگ جیت سکتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اس معرکے کو یوم الفرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، جب کہ مؤرخین نے اس کو غزوۂ بدر الکبریٰ اور غزوۂ بدر العظمیٰ کے نام سے یاد کیا ہے۔ سورۃ الانفال کی آیت نمبر 41 میں ارشاد ہوتا ہے: "اور جسے ہم نے فیصلے کے دن اپنے بندے پر اتارا، جس روز دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تھے۔"

ہجرت کے انیسویں مہینے 12 رمضان المبارک کو رسول اللہ ﷺ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہم راہ 313 صحابہ کرام کی جماعت تھی، جن میں 236 انصار اور 77 مہاجرین شامل تھے۔ مسلمانوں کے پاس معرکہ بدر میں فقط تین گھوڑے، ستر اونٹ، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں، یہی وجہ ہے کہ ایک اونٹ پر ایک سے زائد افراد شریک تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے ہم رکاب حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور ایک روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ اور ابولبابہ ہم رکاب تھے۔ مقامِ روحاء پر پہنچ کر آپ ﷺ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے کا والی مقرر کر کے واپس بھیج دیا اور ان کی جگہ مرثد ابی مرثد کو اپنے ساتھ سواری میں شامل کر لیا۔ آپ کے اس حسنِ عمل سے مساوات کا درس ملتا ہے۔

اسی اثنا میں قافلۂ ابوسفیان میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ اس تجارتی قافلے کے تعاقب میں مدینے سے روانہ ہو گئے ہیں۔ ابوسفیان کو فکر لاحق ہوئی تو جاسوسوں کی مدد سے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خبر سچی ہے۔ اس نے بنی غفار کے ماہر شتر سوار ضمضم غفاری کو بیس مثقال سونا دے کر مکہ کی جانب روانہ کر دیا، تاکہ وہ قریشِ مکہ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے۔ اس قافلے کی سلامتی سے قریش کے تمام تر مفاد وابستہ تھے۔

عاتکہ کا خواب:

ضمضم غفاری کے مکہ پہنچنے سے تین روز قبل عبدالمطلب کی صاحب زادی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا جو انھوں نے اپنے بھائی حضرت عباس کے گوش گزار کیا: میں نے دیکھا ایک شتر سوار وادی ابطح میں نمودار ہوا، سب اس کے پاس جمع ہو گئے، وہ کہنے لگا: "اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دنوں کے اندر دوڑ کر آؤ۔" پھر وہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ داخل ہوا اور اس کا اونٹ کعبے کی چھت پر کھڑا ہوا دیکھا، پھر اس نے وہی بات دہرائی، پھر میں نے اس اونٹ کو جبل ابی قبیس کے اوپر کھڑا ہوا پایا۔ وہاں جا کر پھر اس نے اپنی وہی بات دہرائی اور ایک بھاری چٹان کو نیچے پھینک دیا، جب وہ لڑھکتی ہوئی نیچے پہنچی تو اچانک پھٹ گئی، مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ رہا، جس میں اس چٹان کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر تشویش کا اظہار کیا اور یہ خواب اپنے دوست ولید بن عتبہ کے گوش گزار کیا۔ ولید نے اپنے عتبہ سے اس خواب کا ذکر کیا اور یوں پورے مکہ میں اس خواب کے حوالے سے چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ابو جہل کو جب خبر ملی تو حضرت عباس سے کہنے لگا: "اگر اس خواب کا تین دن میں سچ ہونا ثابت نہ ہوا تو ہم ہر گھر میں یہ خبر پہنچا دیں گے کہ بنی ہاشم عرب میں سب سے زیادہ دروغ گو ہیں۔"

ضمضم بن عمرو غفاری جوں ہی تین دن بعد مکہ پہنچا تو چیخ چیخ کر اعلان کرنے لگا: "اللطیمہ اللطیمہ اپنے قافلے کو بچاؤ۔" ضمضم کے اس اعلان کے بعد جنگ کی تیاری زور و شور سے شروع کر دی گئیں، بظاہر کفارِ مکہ اپنے تکبر اور رعونت میں مست نظر آ رہے تھے، مگر اندر سے اس خواب کی وجہ سے ایک خوف بھی ان کے اندر بیٹھ چکا تھا۔

مشرکوں کی تعداد:

ایک ہزار جنگجو مردوں پر مشتمل لشکر مکہ سے روانہ ہونے کے لیے تیار تھا۔ اس لشکر میں سو گھوڑے مع زرہ پوش سوار اور سات سو سے زائد اونٹ تھے۔ اس روز ان کا علم بردار سائب بن یزید تھا۔ کفارِ مکہ کے نکلنے کا حال مؤرخین نے یوں بیان کیا ہے: "ان کے ساتھ رقص

کرنے والی کنزیں تھیں جو دف بجارہی تھیں، انھیں جوش دلانے کے لیے گیت گا رہی تھیں اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار سنا کر ان کے آتشِ غضب کو اور بھڑکا رہی تھیں، نیز کفارِ مکہ جب مکہ سے نکلے تو غرور و تکبر میں مبتلا تھے۔" اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ انفال کی آیت 47 میں ان کے اسی تکبر کا ذکر فرمایا ہے: "اور ان کی طرح نہ بن جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نکلے تھے۔"

حضور ﷺ کا پڑاؤ:

بدر بیضوی شکل کا میدان ہے، جو مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل مغرب جنوب کی طرف واقع ہے اور یہ شاہ راہِ شام اور مکہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی گزر گاہ رہی ہے۔ میدانِ بدر کو چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے، اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل جب کہ عرض چار میل کے قریب ہے۔ شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں، جنوبی ٹیلے پر جس کا نام العدوۃ القصویٰ تھا۔ مشرکین مکہ خیمہ زن تھے اور جو شمالی ٹیلا العدوۃ الدنیا کے نام سے جانا جاتا تھا، اس مقام سے رسول اللہ ﷺ وادیٔ بدر میں داخل ہوئے اور پہلے کنوئیں پر پہنچ کر قیام کا ارادہ فرمایا، لیکن حضرت حباب بن منذر نے مزید آگے چلنے کی رائے دی، جس کی وجہ سے سارے کنوئیں لشکرِ اسلام کے عقب کی جانب ہوگئے اور آپ ہی کی رائے کے مطابق سوائے ایک کے تمام کنوؤں کو بند کر دیا گیا، یوں لشکرِ اسلام کی پوزیشن مضبوط ہوگئی۔ مسلمان ریتلی جگہ پر خیمہ زن تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے بارش کے ذریعے اس ریت کو پختہ فرمادیا تھا، جب کہ دوسری جانب کفّارِ مکہ کیچڑ کی وجہ سے چلنے پھرنے میں دشواری محسوس کررہے تھے۔ ایک ٹیلے پر حضور ﷺ کے لیے عریش بنادیا گیا۔

صبح سویرے جانبین سے لشکروں نے اپنے اپنے مورچے سنبھال لیے تو عتبہ بن ربیعہ نے قریشِ مکہ کو جنگ سے باز رہنے پر اُبھارا اور کہا: "اے میری قوم! تم واپسی کا سارا الزام مجھ پر عائد کردو، تم یہ کہنا عتبہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا، اس لیے ہم واپس آگئے۔" لیکن ابو جہل نے عتبہ کی اس تجویز کو ماننے سے انکار کردیا۔

کفار کی جائے ہلاکت کی نشاندہی:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے زمین پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر فرمایا: "یہ فلاں کے مرکر گرنے کی جگہ ہے، یہ فلاں کا مقتل ہے اور یہ فلاں کا۔۔۔ ایک ایک مارے جانے والے کا نام اور اس کے مقتل کا نشان بتایا۔"

میدانِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی دعا:

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! اگر تو اس گروہ کو ہلاک کردے گا تو پھر اس زمین میں تیری عبادت بھی نہیں کی جائے گی۔ اے اللہ جو وعدہ تو نے مجھ سے فرمایا ہے، اس کو پورا کر۔ اے اللہ! میں تیری نصرت کا طلب گار ہوں۔" (سیرت ابنِ کثیر)

جنگ کا آغاز:

جنگ کی آگ اسود بن عبدالمخزومی نے بھڑکائی، جب وہ اتراتا ہوا مسلمانوں کے حوض سے پانی پینے کے ارادے سے بڑھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف لپکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے وار میں اس کی پنڈلی کاٹ دی اور دوسرے وار میں اس کا کام تمام کردیا۔ عتبہ بن ربیعہ نے یہ معاملہ دیکھا تو اپنے بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں تکبر و رعونت سے آگے بڑھ کر اپنے مقابل طلب کیے۔ اس پر حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عتبہ کے مقابل، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیبہ کے مقابل اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید کے مقابل آئے۔

حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آن میں ولید اور شیبہ کو واصلِ جہنم کیا، جب کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوگئے، لیکن عتبہ کو مار گرایا۔

ابوجہل کا انجام:

میدانِ بدر میں دو ننھے سپاہی معاذ و معوّذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابو جہل کی تلاش میں تھے، جوں ہی اس کا پتا چلا دونوں مجاہدوں نے اس پر دھاوا بول دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جہل کو زخمی کردیا، یہاں تک کہ عکرمہ (جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) نے مجھے زخمی کردیا، اس کے باوجود میں جنگ کرتا رہا۔ اس کے بعد معوّذ بن عفرا نے ایک ضرب لگا کر ابو جہل کو زمین پر گرادیا۔ ارباب سیر لکھتے ہیں، جب دونوں بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کو ابو جہل کی موت کی خبر دی تو آپ ﷺ نے ابو جہل کا سامان حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔

فرشتوں کی آمد:

سورۃ الانفال کی آیت نمبر 9 میں ارشاد ہوتا ہے: "جب تم اپنے رب سے مناجات کررہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، بے شک میں تمہاری مدد پے در پے ہزار فرشتوں سے کرنے والا ہوں۔"

مروی ہے کہ حضور ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے عریش میں آپ پر غنودگی طاری ہوگئی، پھر تبسّم فرماتے ہوئے بے دار ہوئے، فرمایا: "اے ابو بکر! اب خدا کی مدد آگئی اور جبرائیل علیہ السّلام اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے آگئے ہیں۔" صاحبِ مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے سوا کسی غزوہ میں فرشتوں نے قتال نہیں کیا۔ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ بدر پانچ ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار:

ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزِ بدر قتال میں مصروف تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی، رسول اللہ ﷺ نے لکڑی کی چھڑی سے نوازا اور فرمایا اس کے ساتھ جنگ کرو۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نام عون رکھا۔

فتحِ بدر:

مشرکینِ مکہ نے جب میدانِ جنگ کی بدلتی صورتِ حال کو دیکھا تو ابو سفیان نے سب کو پیچھے ہٹ جانے کے لیے کہا۔ بدر میں مقتولانِ کفار کی تعداد ستر تھی اور ستر قیدی ہاتھ آئے تھے۔ مسلمانوں میں چودہ حضرات نے جامِ شہادت نوش کیا، جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ تین روز قیام فرما کر رسول اللہ ﷺ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

حاصلِ کلام:

یہ غزوہ اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ثابت ہوا۔ مسلمان معاشی معاشرتی اور سیاسی طور پر مستحکم ہوتے چلے گئے۔ اسلام کا رعب و دبدبہ بھی کفار و مشرکین کے دل میں بیٹھ گیا۔ لوگ جوق در جوق اسلام لانے لگے اور اسلامی نشر و اشاعت کا کام بھی تیزی سے ہونے لگا۔ یہ جنگ حق کی پہلی ضرب ثابت ہوئی، جس نے باطل کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

والدین ایک عظیم نعمت

سیدہ فاطمہ طارق

والدین اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت خوب صورت تحفہ اور ایک عظیم نعمت ہیں، جن کے ہونے سے خاندان مکمل ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل کیا ہوا صحیفۂ ہدایت ہے، اس میں ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اس لیے سچا اور باشعور مسلمان دنیا میں ہر چیز سے زیادہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے۔

قرآنِ کریم نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا جو بلند اخلاقی اسلوب بتلایا ہے، اسے ہر مسلمان کو والدین کے ساتھ معاملہ برتنے میں اختیار کرنا چاہیے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِالْوٰلِدَيْنِ إِحْسٰنًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

ترجمہ: اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ تو بھلائی کر اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک یا دونوں، تو نہ کہہ ان کو اُف اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی اور جھکائے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے اور کہہ اے رب! ان پر رحم کر جیسا کہ پالا انھوں نے مجھ کو چھوٹا سا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے۔

مذکورہ آیت والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی روشن اور عظیم تصویر کھینچنے پر اکتفا نہیں کرتی، بلکہ محبت آمیز تعبیر کے ذریعے اولاد کے دلوں میں رحم و ہمدردی اور حسنِ سلوک کے جذبات موجزن کر دیتی ہے۔

والدین بوڑھے، ضعیف اور کمزور ہو جائیں تو وہ اولاد کی دیکھ بھال اور نگرانی میں ہوتے ہیں، لہٰذا انھیں جھڑک کر جواب مت دو، ان کے لیے ناراضی، ملامت، اکتاہٹ اور تنگی کا کوئی کلمہ منہ سے مت نکالو، ان کے ساتھ پورے احترام اور انتہائی ادب کے ساتھ کھڑے رہو، نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور ان کے لیے تمہاری زبان سے دعا نکلنی چاہیے، کیوں کہ انھوں نے تم پر ایسا احسان کیا ہے، جسے بھلایا نہیں جا سکتا اور تمہاری اس وقت پرورش کی ہے جب تم چھوٹے، کمزور اور ناتواں تھے اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما، جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔

مستدرکِ حاکم میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”باپ جنّت کا درمیانی دروازہ ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضایع کر دو۔“ (مظہری)

اسی طرح جامع ترمذی اور مستدرکِ حاکم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔“

والدین کے بڑھاپے کا زمانہ جب کہ وہ اولاد کی خدمت کے محتاج ہو جائیں، ان کی زندگی اولاد کے رحم و کرم پر رہ جائے اس وقت اگر اولاد کی طرف سے ذرا سی بے رُخی بھی محسوس ہو تو وہ ان کے دل کا زخم بن جاتی ہے۔ دوسری طرف بڑھاپے کے عوارض طبعی طور پر انسان کو چڑچڑا بنا دیتے ہیں۔ تیسرے، بڑھاپے کے آخری دور میں جب عقل و فہم بھی جواب دینے لگتے ہیں تو ان کی خواہشات و مطالبات کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں، جن کا پورا کرنا اولاد کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے ان حالات میں والدین کی دل جوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا زمانۂ طفولیت یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے، جس قدر آج وہ تمہارے محتاج ہیں تو جس طرح انھوں نے اپنی راحت و خواہشات اس وقت تم پر قربان کیں اور تمہاری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا، اب جب کہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل و شرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اس سابق احسان کا بدلہ ادا کرو۔

ایک باشعور اور سمجھ دار مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرنے کا ہر حال میں مطالبہ ہے، خواہ وہ مشرک ہوں۔ یہ جانتے ہوئے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، ضروری ہے کہ ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور خوش اخلاقی سے پیش آئے، مگر ان کی جلالتِ قدر یعنی عزّت و احترام کے باوجود ان سے تعلق کا درجہ عقیدے کے بعد آتا ہے، چناں چہ

اگر وہ مشرک ہوں اور اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں، کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔“

مسلمان ہر حال میں اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے، ان کے دلوں میں خوشی اور مسرّت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اطاعتِ الٰہی کی حدود میں رہتے ہوئے ان کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کی دیکھ بھال اور ان کے آرام کے متعدّد طریقے اختیار کرتا ہے، مثلاً ان کے لیے لذیذ کھانے، بہترین کپڑے، آرام دہ گھر، زمانے اور معاشرتی معیارِ زندگی کی مناسب اور جائز سہولیات اور آرام پہنچانے والی چیزیں فراہم کرتا ہے اور ان سب چیزوں سے بڑھ کر ان سے اچھی بات کرتا ہے، خندہ پیشانی اور کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ جس سے محبت و اشتیاق اور وفاداری ٹپکتی ہے، پیش آتا ہے۔

حقیقی مسلمان اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ ان کی طرف سے صدقہ کرتا ہے اور ان کے لیے کثرت سے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے۔ حضرت ابواُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں بنی سلمہ کے ایک شخص آئے اور انھوں نے دریافت کیا:

”یارسول اللہ (ﷺ)! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے بھی حق ہیں جو ان کے مرنے

کے بعد مجھے ادا کرنے چاہییں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان کے لیے خیر و رحمت کی دعا کرتے رہنا، ان کے واسطے اللہ سے مغفرت اور بخشش مانگنا، ان کا اگر کوئی عہد معاہدہ کسی سے ہو تو اس کو پورا کرنا، ان کے تعلق سے جو رشتے ہوں، ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "باپ کی خدمت اور حسنِ سلوک کی ایک اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ اکرام واحترام کا تعلق رکھا جائے اور باپ کی دوستی و محبت کا حق ادا کیا جائے۔"

بعض اوقات انسان کے دل میں ایسے احساسات پیدا ہوتے ہیں، جن کی بنیاد پر انسان اپنے والدین کو قصوروار سمجھ کر ان سے بددل ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے موقعوں پر شیطانی وساوس آئیں کہ والد صاحب نے میرے ساتھ ظلم کیا یا والدہ نے مجھ پر ظلم کیا، میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وغیرہ۔ اگر ایسے وساوس کو آپ اپنے دل میں جگہ دیں گے تو اس کے تین بڑے نقصانات ہوں گے:

1. آپ کے رونے دھونے، جگہ جگہ شکایت کرنے سے آپ کی عزّت میں فرق تو آئے گا ہی ساتھ ہی اس کی لپیٹ میں آپ کے بیچارے بے قصور بھائی اور بہنیں بھی آسکتے ہیں، ان کی عافیت والی زندگی بے سکون ہو سکتی ہے۔ اس طرح آپ اپنا سکون بھی اور اپنے بہن بھائیوں کا سکون بھی برباد کر دیں گے۔
2. دوسرا نقصان یہ ہے کہ بھائیوں سے لڑ کر انھیں ناراض کیا اور جو کچھ تھوڑا بہت آپ کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے، اس کی ناشکری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر دیا۔
3. تیسرا نقصان یہ ہو گا کہ جب آپ اس عمر کو پہنچیں گے، جس عمر میں آج آپ کے والد صاحب ہیں تو جیسے آپ شکوہ کرتے ہیں، ویسے ہی آپ کی اولاد بھی آپ سے شکوہ کرے گی۔ اردو کا محاورہ ہے: "جیسی کرنی ویسی بھرنی۔"

جتنی قربانیاں والدین اپنے بچوں کے لیے دیتے ہیں، اتنا کوئی بھی نہیں دیتا، لیکن ہم ان کی انمول محبت کو بے مول کر دیتے ہیں۔ وہ ہمیں آرام پہنچانے کی خاطر اپنے آرام کو نظر انداز کرتے ہیں۔ والدین اس گھنے شجر کی طرح ہیں، جن کے سائے میں اولاد راج کرتی ہے۔ لہٰذا ان کی گھنی چھاؤں سے خوب مستفید ہوں اور ان سے شکوے شکایات کر کر ان کے لیے تکلیف اور رنج و غم کا باعث مت بنیں۔

نمازِ فجر کے لیے کیسے اٹھیں؟

عرصام احمد

اللہ تعالیٰ ہمارے مالک اور خالق ہیں اور پیدا کرنے والے کو اپنی پیدا کی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسلام کو بطور مذہب پسند فرمایا تو اس کے احکام میں بھی کہیں نہ کہیں اپنی اسی محبت کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ اسلام کے احکام میں سب سے بڑا درجہ نماز کا ہے۔ ایک شاعر نے سجدے کا خوب مزہ بیان کیا ہے کہ

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں، ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدّر آزما، سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

اگر کسی کی اماں کہے کہ بیٹا تم کاروبار تو کرو، مگر پانچ مرتبہ میرے پاس آجایا کرو تو آپ یہ کہو گے کہ میری ماں کے دل میں میری بڑی محبت ہے، مجھے پانچ وقت دیکھنے کے لیے بلاتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت نماز فرض فرما کر ہم پر احسان کر دیا کہ پانچ وقت میرے پاس آجایا کرو۔ نماز کی ادائیگی میں ہم سے سب سے زیادہ کوتاہی فجر نماز میں ہوتی ہے، یہاں فجر کے لیے کچھ تدابیر کا ذکر کرتے ہیں، اُمید ہے ان پر عمل کرنے سے نمازِ فجر میں بیدار ہونا نہایت آسان ہو جائے گا۔

نمازِ فجر کے لیے اُٹھنے کی تدابیر:

1. اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگا کریں: رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَاب (ابراہیم: 40-41)
اس دعا کی برکت سے دعا کرنے والے اور اس کی اولاد کو نماز کی توفیق ہو گی۔
2. اگر سہولت ہو تو دوپہر کے وقت آرام (قیلولہ) ضرور کریں۔ یہ سنت ہے اور اس سے فجر میں اُٹھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔
3. رات کو ضرور جلد سو جائیں، بصورتِ دیگر مذکورہ تدابیر کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ سردی میں ساڑھے نو سے دس بجے اور گرمیوں میں 11:00 بجے تک ضرور سو جانا چاہیے۔
4. سوتے وقت مسنون اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے۔
5. کسی سے صبح اٹھانے کے لیے کہہ کر سوئیں۔
6. الارم لگا کر سوئیں اور الارم کو اتنا دور رکھیں کہ اسے بند کرنے کے لیے چل کر جانا پڑے، اس طرح نیند کا خمار دور ہو جائے گا۔
7. جیسے ہی آنکھ کھلے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دیر تک اچھی طرح ملیں۔ یہ عمل موافقِ سنت ہے اور اس سے نیند کا نشہ اُتر جاتا ہے۔
8. نیند سے بیداری پر ہمت کر کے فوراً اُٹھ کھڑے ہوں، نفس کے اس تقاضے پر ہرگز عمل نہ کریں کہ ابھی تھوڑی دیر اور آرام کر لیتے ہیں، پھر اُٹھ جائیں گے، اس طرح نماز قضا ہو جاتی ہے۔
9. بیدار ہو کر مسنون اعمال بجالائیں۔
10. ایک شخص کے درد ہے، گرانی ہے، سستی ہے، ابھی اس کے بستر پر سانپ نکل آئے، جس نے ابھی کہا تھا کہ BloodPressure تھوڑا High ہے، سر میں درد ہے، ابھی اٹھتا ہوں، ابھی اٹھتا ہوں، ابھی تھوڑی دیر ہے، لیکن اچانک کالا سانپ پائنتی کی طرف سے آرہا ہے تو اس وقت اس کا BloodPressure، High ہو گا یا Low ہو جائے گا، فوراً Normal ہو جائے گا اور فوراً بھاگے گا۔ آہ! قدر نہیں ہے صحت کی، ایمان کی، ربّ سے بات کرنے کی، ربّ کے دربار میں حاضری کی۔
11. اگر کوئی آدمی خبر دے دے کہ آپ کو فجر کے بعد ہی جانا ہے، یہ ٹکٹ لیجیے۔ آپ کی ضروری میٹنگ ہے وغیرہ تو سوچو فلائٹ سے کتنی دیر پہلے سے تیاری کرے گا؟ سامان، ٹکٹ، ویزا بار بار دیکھے گا۔ یقین ہے کہ نہ پہنچا تو فلائٹ نکل جائے گی اور نقصان ہو گا تو نماز کی تیاری میں کتنی فکر ہونی چاہیے؟ اس پر یقین کیوں نہیں ہوتا؟ نماز کے نقصان کی کوئی فکر نہیں، آہ!!

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

سستی روٹی پراجیکٹ

لاکھوں روٹیاں مستحقین تک

5 روپیہ صرف عزت نفس کی خاطر

سپر فائن آٹا براہ راست بیت السلام ویئر ہاؤس بھی پہنچا سکتے ہیں کم سے کم 50 کلو

عزمِ حج، قبولیتِ حج

ارم شمیم

بابا عبدالرحمٰن اپنی صندوقچی کھول کر پیسے گن رہے تھے۔ امّاں برکت بے صبری سے گنتی پوری ہونے کا انتظار کر رہی تھیں۔ بابا نے ایک کاغذ پر رقم درج کی اور پیسے دوبارہ صندوقچی میں رکھ دیے۔ "کیا پیسے پورے ہوگئے؟" اماں برکت نے جلدی سے پوچھا۔ "نہیں، ابھی مزید پیسے جمع کرنے ہوں گے، کم از کم ایک سال اور لگے گا۔" بابا عبد الرّحمٰن نے اپنی اہلیہ کو آگاہ کیا، جن کی بے چینی اب بڑھ چکی تھی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا! ہم کتنے سالوں سے پیسے جمع کر رہے ہیں، اب تو ہمارے بال بھی سفید ہو گئے۔" اماں برکت روہانسی ہوگئی تھیں۔ "اب پہلے جیسے حالات نہیں ہیں، اب حج پر جانے کے لیے بہت سارے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم اللہ کا شکر ادا کرو کہ اتنے پیسے بھی جمع ہوگئے، ورنہ اتنی تھوڑی سی زمین کی آمدنی میں گھر کا خرچ چلانا اور پھر بچت بھی کرنا کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ اللہ پر بھروسا رکھو۔ ان شاء اللہ! سب بہتر ہوگا۔" عبد الرحمٰن کے الفاظ ہمیشہ برکت بی بی کی ہمت بڑھاتے تھے۔ اہلیہ کے دل کو تسلی ہوئی تو انھیں بھی سکون ہوا۔

دونوں میاں بیوی گاؤں کے چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔ اماں برکت گاؤں کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتی تھیں۔ بچیاں گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں اماں کا ہاتھ بٹا دیتی تھیں۔ گزر بسر کے لیے تھوڑی سی زمین تھی، جس کی آمدنی سے گھر کا خرچ چلتا تھا اور باقی پیسے دونوں صندوقچی میں جمع کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگوں کی محبت اور خلوص نے انھیں کبھی بھی بے اولاد ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا۔ انھیں تو بس ایک ہی آرزو تھی کہ اللہ کے گھر کی زیارت ہو جائے، جس کے لیے وہ برسوں سے پیسے جمع کر رہے تھے۔ وقت کا پہیا کچھ لوگوں کے لیے تو بہت تیزی سے گزر گیا، لیکن بابا عبد الرحمٰن اور اماں برکت کے لیے ایک ایک لمحہ بہت بھاری تھا، آخر سال اپنے اختتام کو پہنچا۔ آج اماں برکت پہلے سے زیادہ بے چین تھیں۔ بابا عبد الرّحمٰن جیسے جیسے پیسے گن رہے تھے، ان کے چہرے پر مسکراہٹ اور سکون بڑھتا جا رہا تھا، اس سکون کو دیکھ کر اماں برکت کو بھی تسلی ہوئی۔ بابا نے کاغذ پر رقم درج کر کے اللہ کا شکر ادا کیا اور اماں برکت کو خوش خبری سنانے لگے، جو خوشی کے باعث پلکیں جھپکانا ہی بھول گئی تھیں۔ "مبارک ہو نیک بخت! اللہ نے ہماری دعائیں سن لیں اور پیسے پورے ہوگئے۔ اب ان شاء اللہ ہم دونوں حج پر جائیں گے۔" بابا کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ دونوں سب کو اپنی خوشی میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ بچے سپارہ پڑھنے آئے تو اماں نے انھیں بھی میٹھے چاول کھلائے اور محلے میں بانٹنے کے لیے پلیٹیں بنانے لگیں۔ عمر دراز کی پلیٹ تو میں خود دے کر آؤں گا۔ کل وہ شہر سے آیا ہے اور ابھی تک ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ اللہ خیر کرے وہ اپنے بچے کو دکھانے شہر گیا تھا، پتا نہیں ڈاکٹر نے کیا کہا ہوگا۔ اماں برکت بھی عمر دراز کے لیے پریشان تھیں۔ عمر دراز کے گھر میں بچوں کے شور کے بجائے خاموشی نے بابا کا استقبال کیا۔ یا اللہ خیر! بابا عبد الرّحمٰن اندر داخل ہوئے تو عمر دراز افسردہ اپنے بچے کے پاس بیٹھا تھا اور اس کی بیوی زیب النسا چپکے چپکے رو رہی تھی۔ "عمر دراز سب خیر ہے نا! ڈاکٹر نے کیا کہا؟" بابا نے بے قرار ہوتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بتاؤں بابا! بس سمجھو ہم پر تو قیامت ہی ٹوٹ پڑی ہے۔ احمد کو دل کی تکلیف ہے، اگر فوری آپریشن نہ ہوا تو میرے منہ میں خاک، جان بھی جا سکتی ہے۔" عمر دراز نے روتے ہوئے بتایا۔

"میرے پاس تو کوئی زیور بھی نہیں کہ اسے ہی بیچ دیتے، ہم پر سخت آزمائش آگئی ہے، ہمیں تو بس اللہ کا ہی آسرا ہے بابا!" عمر دراز کی بیوی نے بہ مشکل آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے بتایا۔ "اللہ بہتر کرے گا میرے بچو! اس پر بھروسا رکھو، وہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ان شاء اللہ سب بہتر ہوگا، تم فکر مت کرو۔" بابا نے انھیں تسلی دی، میں تو احمد کے لیے گڑ والے چاول لایا تھا، اسے پسند ہیں، اس کے لیے برکت نے خاص طور پر بھجوائے تھے۔ یہ اٹھ جائے تو اسے کھلا دینا، میں رات کو پھر آؤں گا۔ بابا نے چاولوں کی پلیٹ انھیں دی اور احمد کو پیار کر کے واپس آنے کے لیے پلٹ گئے۔

بابا گھر لوٹے تو اماں برکت کو پریشان پایا۔ "کیا ہوا؟ اتنی دیر لگا دی آنے میں، احمد خیریت سے تو ہے نا؟" اماں برکت نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔ "احمد کے دل کا آپریشن فوراً ہونا ہے اور عمر دراز کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ والدین بے چارے بہت پریشان تھے، آخر بچے کی زندگی کا معاملہ ہے۔" بابا نے اماں برکت کو بتایا

جو یہ سن کر سکتے کی کیفیت میں تھیں۔ ”کتنا خرچ آئے گا آپریشن پر؟“ اماں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

”تقریباً اتنی ہی رقم درکار ہے، جتنی ہمیں حج کے لیے چاہیے تھی۔“ بابا نے سکون سے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ تو بہت بڑی رقم ہے، بے چارہ عمر دراز اتنی رقم کا بندوبست کیسے کر سکے گا؟“ اماں برکت بدستور پریشان تھیں۔ ”نیک بخت! اللہ جب کسی کو آزمائش میں ڈالتا ہے تو اس کا حل بھی ضرور بھیجتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ حل اسی شخص کے پاس ہو، جس پر آزمائش آئی ہے، اللہ کسی کو بھی وسیلہ بنا کر اپنے بندے کے پاس بھیج دیتا ہے۔“ احمد جب سے پیدا ہوا تب سے لے کر آج تک ہم حج کے لیے پیسے جمع کر رہے تھے اور اب جب پیسے مکمل ہوئے تو پتا چلا کہ یہ تو اللہ نے احمد کے لیے جمع کروائے تھے، اللہ کا بہت شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس خدمت کے لیے منتخب کیا۔

”تو کیا ہم حج پر نہیں جائیں گے؟“ اماں برکت نے تذبذب کی کیفیت میں پوچھا۔

”شاید ابھی ہمارا بلاوا نہیں آیا۔“ بابا کے چہرے کا سکون اماں برکت کی تسلی کے لیے کافی تھا۔ رات کو عبدالرّحمٰن بیوی کے ساتھ عمر دراز کے گھر گئے۔ احمد جاگ رہا تھا، اس کی ہنسی نے والدین کی ڈھارس بندھائی ہوئی تھی، اماں برکت نے احمد کو پیار کیا اور بابا عبدالرّحمٰن صندوقچی لیے عمر دراز کے پاس کھڑے تھے۔

”میرے بچے! اللہ نے تمہارے لیے کچھ بھجوایا ہے، جب سے احمد پیدا ہوا تب سے تمہارا حق ہمارے پاس جمع ہو رہا تھا، اب وقت آ گیا ہے کہ اسے تمہارے حوالے کر دوں، قبول کرو۔“ بابا نے صندوقچی عمر دراز کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ دونوں میاں بیوی حیران تھے کہ عمر دراز کی بیوی نے صندوقچی کھولی، جو نوٹوں سے بھری پڑی تھی۔

”بھائی عبدالرحمٰن! اتنے سارے پیسے۔“ دونوں ایک ساتھ بولے۔

”ہاں بیٹا! یہ پیسے احمد کے آپریشن کے لیے ہیں۔ اب تم دیر نہ کرو اور اسے فوراً شہر لے جاؤ۔“

”لیکن بابا! یہ آپ دونوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی ہے، ہم اسے کیسے لے سکتے ہیں۔“ عمر دراز کی بیوی نے کہا۔

”میری بچی! ان پیسوں پر احمد کا حق ہے، اب اس کے علاج میں دیر مت کرو۔“ اماں برکت نے اسے سمجھایا۔ دونوں میاں بیوی نے اس غیبی مدد پر اللہ کا بہت شکر ادا کیا۔ گھر لوٹ کر اماں برکت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

”مجھے لگتا ہے اللہ میاں ہم سے ناراض ہیں، تبھی ہمیں آنے سے روک دیا۔“ اماں برکت نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

”اری نیک بخت، حوصلہ رکھ! اللہ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے، وہ کبھی کچھ لے کر آزماتا ہے اور کبھی کچھ دے کر، وہ ہم سے ناراض نہیں ہے، وہ تو بس ہمیں آزما رہا ہے کہ ہم اس کے بندوں کا خیال کرتے ہیں یا اپنی خواہش کو اہمیت دیتے ہیں۔ ہماری نیت صاف ہے اور وہ یقیناً ہمیں اس کا اجر دے گا۔“ بابا عبدالرّحمٰن نے اماں برکت کو تسلی دی کہ ہمیں تو بس اپنے رب کی رضا میں راضی رہنا ہے۔

”تم ٹھیک کہتے ہو، اگر خدانخواستہ احمد کو کچھ ہو جاتا تو اس کے والدین کیا کرتے! ہم تو سمجھ رہے تھے کہ یہ پیسے ہمارے لیے جمع ہو رہے ہیں، لیکن یہ تو اللہ نے احمد کے لیے جمع کرائے تھے۔“ اماں برکت اب راضی بہ رضا تھیں۔ احمد کے والدین دوسرے ہی دن اسے شہر لے گئے۔ ڈاکٹروں نے فوراً ہی آپریشن کی تیاریاں شروع کر دیں، کیوں کہ تاخیر جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔ احمد کا آپریشن کامیاب ہو گیا اور کچھ دن ہسپتال میں رکھنے کے بعد ڈاکٹروں نے ضروری ادویات دے کر احمد کو چھٹی دے دی۔ حج سے دو دن پہلے احمد اپنے والدین کے ساتھ گاؤں لوٹا، وہ لوگ سب سے پہلے اماں برکت اور عبدالرّحمٰن بابا سے ملنے ان کے گھر آئے۔ عمر دراز کی بیوی نے اماں کے لیے عید کا تحفہ خریدا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کی خوب صورت چادر جس پر گہرے نیلے ریشم کے دھاگوں سے پھولوں کی کڑھائی کی گئی تھی۔ اماں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ احمد کی معصوم باتوں اور ہنسی نے سب کے چہروں پر رونق بکھیر دی تھی۔ حج کے ایک ہفتے بعد بابا عبدالرّحمٰن کا ایک پرانا دوست ان سے ملنے آیا، وہ ان کے لیے حجازِ مقدّس سے تبرکات لایا تھا۔ اماں برکت اور بابا بھی اس پر رشک ہی کر رہے تھے کہ اس نے انھیں بھی حج کی مبارک باد پیش کی: ”مبارک ہو بابا عبدالرّحمٰن! آپ دونوں نے بھی حج کی سعادت حاصل کی، حجازِ مقدّس میں تو ہجوم کی وجہ سے آپ سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی تھی۔“

”میاں ظفر تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ہم دونوں تو حج پر نہیں جا سکے۔“ بس نیت کی تھی، اللہ اسے ہی قبول فرمائے۔ بابا نے وضاحت کی۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں نے خود آپ دونوں کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے دیکھا تھا اور آپ دونوں نے حجرِ اسود کو بوسہ بھی دیا تھا۔ اماں نے نیلی چادر اوڑھی ہوئی تھی، جس پر گہرے نیلے رنگ کے پھول بنے تھے اور آپ کے کندھے پر زخم کا نشان تھا، بابا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا آپ دونوں کو وہاں!“ ظفر اپنی بات پر قائم تھا۔ اماں برکت صندوق میں سے چادر نکال کر لائیں تو ظفر نے تصدیق کی کہ یہی وہ چادر تھی جو آپ نے حجازِ مقدّس میں اوڑھی ہوئی تھی۔ ظفر نے بابا کے کندھے سے کرتہ ہٹایا تو وہاں چوٹ کا نشان بھی موجود تھا، لیکن یہ چوٹ بابا کو مسجد میں لگی تھی۔ ظفر کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا، بظاہر اس کی بات درست لگ رہی تھی۔ آخر بابا اسے اپنے حج پر جانے کی خواہش کی تفصیل بتانے لگے۔ ظفر کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ابھی بابا نے عمر دراز کی پریشانی کا ذکر کیا ہی تھا کہ ظفر نے انھیں روک دیا۔ ”بابا! میں سمجھ گیا، اللہ نے آپ کی پُرخلوص نیت قبول فرمائی ہے، آپ کو بہت مبارک ہو۔“ ظفر نے آگے بڑھ کر بابا کو گلے لگا لیا۔

”دیکھا نیک بخت! اللہ اپنے بندوں کو کیسے نوازتا ہے، جب اس نے ہماری نیت قبول کر لی ہے تو ہم جسمانی طور پر بھی اس کے گھر جائیں گے، مجھے یقین ہے نیک بخت، ان شاء اللہ! وہ ہمیں جلد بلائے گا۔“ سب کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔

حقیقی خوشی

لائبہ عبدالستار

بارش کے بعد موسم خوش گوار ہو چکا تھا۔ حسین منظر دل کو لبھا رہا تھا۔ ایک جانب سورج جگمگا رہا تھا تو دوسری جانب ہلکی پھوار برس رہی تھی۔

سر حسن آرائیں اپنی فیملی سمیت شہر کے بڑے پارک میں موجود تھے۔

”عمار وہ آسمان پر قوسِ قزح دیکھو!“ زنیرہ خوشی سے بولی۔

”ارے واہ! کتنا دل آویز منظر ہے۔“ عمار اوپر تکتے ہوئے بولا۔

”واقعی، سبحان اللہ! میں نے پہلی مرتبہ قوسِ قزح دیکھا ہے۔ سمیہ نے بھی گفت گو میں حصہ لیا۔ زنیرہ عمار کی جڑواں بہن ہونے کے ساتھ سب کی بہترین دوست بھی تھی۔“

سر حسن آرائیں صاحب بیگم صاحبہ کے ساتھ گیلی گھاس پر چہل قدمی کر رہے تھے۔

”زینب آپی! آپ ابھی تو موبائل کی جان چھوڑ دیں ناااا، آسمان پر قدرت کے رنگ دیکھیے۔“ زینب کو موبائل میں مگن دیکھ کر عمار بولا۔

”اچھا بھئی، چھوڑ دیتی ہوں موبائل کی جان! آآہاااا، آسمان تو واقعی خوش نما لگ رہا ہے، رکو میں اس کی تصاویر تو لے لوں۔“ زینب ایک بار پھر موبائل میں کھو گئی۔

”چلو بچو! کچھ کھا لیتے ہیں، کیا کھانا پسند کریں گے آپ سب؟“ سر حسن آرائیں نے بچوں کو مخاطب کیا۔

”ہم تو گول گپے کھائیں گے۔“ سمیہ اور زنیرہ یک دم بولے۔

”مجھے زنگر کھانا ہے۔“ عمار نے بھی فرمائش کی۔

”اچھا جی! اور میری بٹیا کیا کھانا پسند کریں گی؟“ حسن صاحب نے موبائل میں مصروف زینب سے استفسار کیا۔

”جی! مجھے شوارما کھانا ہے۔“ زینب نے جواب دے کر ایک بار پھر موبائل میں نظریں جمالیں۔

”جی میرے لیے بھی شوارما لے آیئے گا۔“ بیگم صاحبہ بھی فوراً ہی بول پڑیں۔

”جو حکم بیگم صاحبہ!“ کچھ ہی دیر میں سب کی چیزیں آ چکی تھیں۔

”ذرا رکیں میں ایک تصویر لے لوں۔“ سب نے اپنی مطلوبہ شے کی طرف ہاتھ ہی بڑھایا تھا کہ زینب فوراً بولی۔

”زینب آپی! تصویر لینے سے ساری برکت چلی جائے گی۔“ عمار منمنایا۔

”کچھ نہیں ہوتا بھئی!“ اب تک زینب کئی تصاویر موبائل کی زینت بنا چکی تھی۔

کھانے کے ساتھ ساتھ خوش گپیاں جاری تھیں، مگر زینب مسلسل موبائل میں مصروف تھی۔

”زینب بیٹا! سب کے ساتھ باتوں میں حصہ لیتے ہیں۔“ سر حسن آرائیں کافی دیر سے زینب کو دیکھ رہے تھے، جس کی ساری توجہ موبائل پر تھی۔

”جی بابا! میں بس اسٹیٹس اپلوڈ کر رہی ہوں۔“

”بابا! مجھے آج کے خوش گوار موسم میں یہاں آنا بہت اچھا لگا۔“ دورانِ طعام عمار نے فراخ دلی سے خوشی کا اظہار کیا۔

”میرا تو دل کر رہا ہے کچھ دیر وقت تھم جائے، یہ حسین منظر یوں ہی برقرار رہے۔“ سمیہ نے بھی اپنے محسوسات گوش گزارے۔

”کیا کہنے! میرے لیے تو کوئی جملہ چھوڑا ہی نہیں ساری تعریف تو آپ دونوں نے ہی کر دی، اب میں کیا کہوں۔۔۔“ سمیہ سوچتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ بولی تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

”زینب آپ کو کیسا لگا؟“ بابا نے زینب سے پوچھا۔

”مجھے اچھا لگا۔“ زینب کا لہجہ عام تھا۔

”بس اچھا؟“ عمار نے حیرت سے پوچھا۔

”بھئی بہت اچھا!“ زینب اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

”مگر زینب آپی! یہ تو آپ نے میرے کہنے پر کہا ہے، آپ نے خود سے خاص مسرّت کا اظہار نہیں کیا۔“ عمار نے اگلا سوال داغ دیا۔

”اوہو! اچھا جی! جو حقیقت ہے، وہ بتا دیتی ہوں۔“ زینب نے گہرا سانس لے کر بات شروع کی۔

”دراصل مجھے یہ حسین مناظر، گھومنا پھرنا، نت نئی چیزیں کھانا پسند تو ہے، مگر پتا نہیں مجھے کیوں دلی خوشی نہیں ہوتی، ایسی خوشی جو کہ آپ سب کو ہوتی ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ میں اچھے تبصرے نہیں دے پاتی۔“ زینب روہانسی ہو کر بولی۔

”بیٹی! میں اس کی وجہ بتاؤں؟“ سر حسن آرائیں متوجہ ہو کر بولے۔

”جی بابا۔۔۔“ زینب نے جواب دیا۔

”دیکھو بیٹا! زندگی کی اصل رونقیں رشتوں سے ہوا کرتی ہیں۔ رشتوں کی قدر ان سے پوچھیں جن کے پاس رشتے نہیں ہیں۔“

”آج کل ہم نے موبائل کو دوست بنایا ہوا ہے، اس کی وجہ سے ہم بہت سے حقوق ادا نہیں کر پاتے اور کتنی ہی خوشیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔“

”یہ قدرت کے نظارے اللہ نے ہمارے لیے بنائے ہیں کہ ہم انھیں محسوس کریں، ان میں غور و فکر کر کے اللہ کی بڑائی جانیں جو کہ یقین میں مزید مضبوطی کا باعث بنے۔“

”بالکل بابا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ عمار نے تصدیق کی۔

”آج کل ہماری خوشی فقط اسٹیٹس پر اشتراک کرنے تک ہے، جب ہم اپنی خوشیوں کو تصاویر کی حد تک محدود رکھیں گے تو حقیقی خوشی حاصل نہیں کر سکیں گے اور پھر اس میں ریاکاری بھی نمودار ہو جاتی ہے۔“ حسن آرائیں صاحب نے پینے کے لیے پانی کا گلاس اٹھایا۔

”بابا جانی! ایک بات میری طرف سے بھی پیشِ خدمت ہے کہ جب ہم اپنی خوشی کا سوشل میڈیا پر اشتراک کرتے ہیں تو بہت سے لوگ جو ان نعمتوں سے محروم ہوتے، وہ احساس کم تری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات ہم نظر یا حسد کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔“ سمیہ کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔

”آپ سب نے ٹھیک کہا میں غلطی پر ہوں۔“ زینب کے دل پر بات نے خوب اثر کیا۔

”بیٹا! ہم جب بچپن میں سیر و تفریح کے لیے نکلتے تھے تو گھر آ کر قلم، کتاب تھام لیتے اور ساری داستان رقم کر کے ابا کو دکھاتے، آج کے بچوں کے حافظے کا یہ عالم ہے کہ انھیں یاد نہیں رہتا کہ دوپہر انھوں نے کیا کھایا تھا۔“ بیگم صاحبہ نے اپنے بچپن کا معمول بتایا۔

شجرِ امید

فریحہ معراج

اس نے زور سے ٹہنی ہلائی، کچھ فرق نہ پڑا۔اس نے قدرے شدّت سے دوبارہ شاخ ہلائی، لیکن شاخ سے کچھ نہ گرا۔یوں لگتا تھا کہ پھل ٹہنی سے جدا ہونے کو راضی نہیں۔اس نے بھی ہمت نہ ہاری، برابر ٹہنیوں کو جھنجھوڑتا رہا۔

لیکن ماسوائے پتوں کے کچھ اس کی جھولی میں نہ گرا۔اس کی اس حرکت کے نتیجے میں پرندے ہڑبڑا کر پرواز بھر گئے، لیکن جب وہ اپنا عمل منقطع کر دیتا تو پرندے بھی واپس آ کر بیٹھ جاتے۔

کچھ دیر اور گزری تو ناکامی کے احساس نے اسے غصہ دلا دیا۔

کچھ بن نہ پڑا تو درخت کے چوڑے اور مضبوط تنے کو لاتیں مارنے لگا، لیکن اس عمل سے اس کے اپنے ہی پاؤں زخمی ہونے لگے۔اس کی وجہ درخت کا بہت مضبوط اور پرانا ہونا تھا۔ہاں! کچھ خراشیں ڈالنے میں وہ ضرور کامیاب ہو گیا۔اس کے علاوہ وہ درخت کا بال بھی بیکا نہ کر سکا۔اس کی جڑیں نہایت گہری اور بھرپور پھیلی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

خود کو تھکانے کے بعد اسے نیا خیال سوجھا، وہ اپنی غلیل لے آیا۔خوب نشانے لیے۔کچھ پتھر بھی پاس دھرے تھے، ان کو بھی اُچک اُچک کر پھینکا۔نتیجہ یہ نکلا کہ ایک آدھ پھل نیچے آ گرا، اس کے ساتھ کچھ پرندے بھی زد میں آ گئے اور زخمی ہو کر نیچے گر گئے۔مایوسی کی سیاہی سے بھرے چہرے پر ہلکی سی فتح کی چمک نظر آنے لگی۔اس نے پاس جا کر دیکھا پرندوں کو پاؤں کی ٹھوکر سے کنارے دھکیل دیا۔ باقی پرندے قدرے خوف زدہ تھے، درخت پر واپس جا کر بیٹھنے میں جھجک رہے تھے۔ساتھ ہی ایک غول کی صورت میں منڈلاتے بھی جاتے۔

لیکن اس سب سے اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔وہ منظر سے غائب ہو گیا۔پرندے اپنے زخمی اور مردہ ساتھیوں کے پاس آ بیٹھے۔ذرا سی دیر میں وہ لوٹ آیا، لیکن وہ اکیلا نہ تھا، اس جیسے اور بھی تھے اس کے ساتھ۔وہ سب تناور درخت کے گرد گھیرا تنگ کر کے کھڑے ہو گئے۔ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی کلہاڑیاں تھیں۔انھوں نے دستوں پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے اور فلک شگاف نعروں کے ساتھ درخت پر حملہ کر دیا۔پرندے ان کے پاگل پن سے خوف زدہ ہو کر دوبارہ اُڑ گئے۔

شام کا اندھیرا پھیلنے سے تھوڑی دیر پہلے باغبان کا گزر ہوا تو وہ چلا اٹھا: "میں نے تو تمھیں ذرا دیر ستانے کی غرض سے باغ میں آنے کی اجازت دی تھی، یہ تم نے باغ کا کیا حال کر ڈالا؟" اس کے ساتھ ہی باغبان رونے لگا۔

لیکن اس نے اس کی ایک نہ سنی، بلکہ بے چارے کو ڈرایا دھمکایا اور باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔

اب ان کی توجہ دوبارہ درخت کی طرف تھی۔

رات ہوئی تو انھوں نے کام اگلے دن پر چھوڑ دیا۔نئے دن کی روشنی میں اسے احساس ہوا کہ درخت جوں کا توں کھڑا اس کا منہ چڑا رہا ہے۔اس نے غصے سے کلہاڑی پھینک دی، پرندوں نے دوبارہ ڈیرہ ڈالنا شروع کر دیا۔

ایک نئے خیال کے تحت اس نے اپنے ساتھیوں کو روانہ کر دیا۔کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کسی گھن گرج سے زمین جھنجھنا اٹھی۔نیم جان باغبان کی پتلیاں خوف سے پھیل گئیں۔

پرندے شور مچاتے اڑ گئے۔ایک دیو ہیکل مشین کے ساتھ اس کے نئے مہربان اس کا ساتھ دینے آ گئے تھے۔اس نے بے باک مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔مشین نے اپنا کام شروع کر دیا۔شجر اپنی تمام تر استقامت سے کھڑا رہا، گو کہ اس کی شاخیں بری طرح لرز رہی تھیں۔اس کی ٹہنیوں پر موجود پتے اور پھل شدّت سے ہل رہے تھے، لیکن ابھی بھی وہ درخت کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اور درخت ان کو تھامے ہوئے تھا۔رفتہ رفتہ مشین کے زور میں اضافہ ہوتا گیا۔یہاں تک درخت کے قدم کمزور پڑنے لگے۔

باغبان کی آنکھیں نیم وا تھیں، پھر وہ وقت آ گیا کہ درخت ایک بلند آواز کے ساتھ زمین بوس ہو گیا۔زمین نے اس روتے ہوئے درخت کو اپنی آغوش میں لے لیا۔وہ اپنی فتح کا جشن منانے لگا، شاخوں سے بھرے پھل نوچ کر اپنی ساتھیوں کو دیے کہ ان کا رس نکال کر خاص اس کو پیش کیا جائے۔

وہیں ایک پتھر پر اس کے ساتھی رس نکالنے کی غرض سے پھلوں کا سر کچلنے لگے، وہ بے تابی سے انتظار کرنے لگا۔اس کے ساتھی نے کہا:

"ان زیتونوں میں سے تو سُرخ سیال مادہ نکل رہا ہے۔" وہ بے یقینی کے عالم میں خوب صورت گہرے سبز زیتون کی طرف دیکھنے لگا۔اپنا کلہاڑا ہاتھ میں اٹھایا کہ بکھرے ہوئے تمام پھلوں کاٹ ڈالے۔اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ایک بیل اس کے پیروں کے گرد لپٹتی جا رہی تھی۔تربوز کی بیل! اس کے چہرے کی سیاہی بڑھتی گئی۔باغبان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، اس کی مسکراہٹ سب نے دیکھی، "تربوز کی بیل" کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔

"زیتون" سے خون بہتا بھی سب نے دیکھا، لیکن بیل کو بڑھنے سے اب کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ!" عمار نے جواب دیا۔

"تو بس پھر ہم آج سے کچھ اصول بناتے ہیں، کیا سب سننے کے لیے تیار ہیں؟" حسن آرائیں صاحب سب کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔

"جی جی! ہم تیار ہیں۔" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"پہلی بات یہ کہ جب چند لوگوں میں بیٹھے ہوں، فیملی، دوست یا مہمانوں میں تو موبائل ہاتھ میں نہیں لیں گے، اسی طرح جب سیر و تفریح کے لیے جائیں گے تب بھی موبائل کا بائیکاٹ جاری رہے گا۔"

"جی بابا! میں مناظر ذہن نشین کر کے انھیں لکھا کروں گا۔" عمار نے کہا۔

"بہت اچھا بیٹا! اس سے صلاحیت میں اضافہ ہو گا۔"

"مزید یہ کہ ضرورت کے طور پر موبائل استعمال کریں گے، بلاوجہ موبائل کو نہ چھوا جائے۔"

"جی بابا! میں سوچ رہی ہوں موبائل کا بائیکاٹ کر دوں، جب موبائل پاس ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ دماغ میں آتا ہی رہتا ہے کہ فلاں نے میسج نہ کیا ہو یا کس کس نے اسٹیٹس دیکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔" زینب فکر مندی سے بولی۔

"یہ تو اچھی بات ہے بیٹا کہ جو وقت ہم موبائل میں صرف کرتے ہیں، اسے کسی کار آمد کام میں صرف کر لیں۔" حسن آرائیں صاحب اصول بتا رہے تھے اور سب ذہن نشین کر رہے تھے۔

"جی بابا! میں آیندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گی، ان شاء اللہ!" زینب فرماں برداری سے بولی۔

"چلیں زینب آپی! اب تو ہمیں اور زیادہ مزہ آئے گا، جب آپ ہمارے ساتھ گفت گو میں شریک ہوں گی، ان شاء اللہ!" سب کے چہروں پر مسکراہٹ چھا گئی۔

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM

2200+

یتیم بچے زیرِ کفالت

رہائش، خوراک، تعلیم و تربیت

Saiban

FOR ORPHANS

BAITUSSALAM

صرف ہم ہی کیوں؟

راشدہ سعدیہ

دورانِ سفر انسان بہت سی چیزوں کو دیکھتا ہے، سوچتا ہے، انھیں سمجھتا ہے پھر کوئی فیصلہ لیتا ہے۔ ایسا یقیناً آپ کے ساتھ بھی ہوتا ہوگا۔ میں نے جب جب سائن بورڈ کو دیکھا تو کبھی غصہ، کبھی حیرت، کبھی افسوس، کبھی ہنسی اور کبھی دلی تکلیف جیسی کیفیات کا شکار رہی ہوں۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ بھلا سائن بورڈ سے مجھے کیوں تکلیف ہونے لگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے سائن بورڈ یا اس پہ موجود اشتہارات سے مسئلہ نہیں ہے اور نہ کبھی ہوگا، مگر اشتہارات میں موجود افراط و تفریط باعثِ تکلیف ہوتے ہیں۔

اوّلاً تو یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ نوّے فیصد اشتہارات میں عورت کی نمائش ہی کیوں ضروری ہے؟ جہاں خواتین کی ضرورت ہے، وہاں ان کا ہونا قابلِ فہم ہے، مگر اس کے برعکس چہ معنی دارد؟؟؟؟

غور کریں! دانتوں کی صفائی کے لیے ہمیں اچھے ٹوتھ پیسٹ اور برش کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ وہاں خوب صورت دوشیزہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ سمجھ سے بالاتر ہے کہ یہ اشتہار مرد کیوں نہیں کر سکتے؟ کیا مرد حضرات دانت صاف نہیں کرتے یا ان کے پاس دانت نہیں ہوتے؟

گھر اور گاڑی کی تشہیر میں "حور" نظر آئے تو معقول بھی لگتا ہے۔ گھر بنا صنفِ نازک کے محل نہیں بن سکتا اور سفر بنا ہم سفر کے ادھورا رہتا ہے، مگر عقل دنگ رہ جاتی ہے، جب وہ (میں اپنے شوہر کے لیے اس طرح کے کپڑے خریدتی ہوں وغیرہ، وغیرہ) کہہ کر پہلے اپنی زلفیں لہراتی ہے، نین لڑاتی ہے اور بندے کی آنکھیں کپڑے ڈھونڈتی رہ جاتی ہیں، تب کہیں جا کے اشتہار کے آخر میں کپڑوں کی ایک جھلک دکھائی جاتی ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ کیا کپڑے پہلے دکھانے میں کوئی خاصی دِقّت تھی؟ کیا مردوں نے اپنے لیے خریداری چھوڑ دی؟ یا حقیقتاً عورت کا نزول ہر جگہ ضروری ہو گیا ہے؟

ایک دکان کے دروازے پہ انٹرنیٹ کا ایک اشتہار دیکھا، جس میں ایک عدد "پری" اپنی خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھی۔ الفاظ کا استعمال بھی کچھ یوں تھا کہ "اب مشکلیں ہوئیں آسان" اور اسی سے ملتے جلتے جملے۔ میں سوچنے لگی کہ کیا اس کا استعمال صرف ہنسی خوشی کا حصول ہے؟ کیا اس کے استعمال سے مسکراہٹیں بکھرتی ہیں؟ پھر عصمتیں کیسے نیلام ہو جاتی ہیں؟ معصوم بہنیں کیسے لٹ جاتی ہیں؟ جیتے جی ماں، باپ کیسے مر جاتے ہیں؟ بھرم، مان، اعتماد سب چور چور کیوں کر ہوتے ہیں؟؟؟

"استعمال تو آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے، مثبت کیا کیجیے" کہنے والوں کے لیے عرض کرتی ہوں کہ جنھیں بچ میں معصوم کہتے ہیں، وہ ان سب کی زد میں کیسے آتے ہیں؟؟ ان سب باتوں کو ایک طرف رکھیں اور بتائیں، کیا انٹرنیٹ کا استعمال صرف عورتیں کرتی ہیں؟ کیا ہو جاتا اگر ایک عدد مرد ہی یہ کام کر لیتا!!

اور تو اور کچھ دن پہلے ایک اشتہار دیکھا، جس میں دکان کا کھانا محفوظ کرنا بتایا جا رہا تھا۔ اس اشتہار میں فقط مرد حضرات تھے۔ خوشی ہوئی کہ کہیں تو مرد نے بھی بھاگ دوڑ سنبھالی، مگر ہماری خوشی کو نظر لگی اور اگلے دن سے اس اشتہار میں بھی ایک عدد حور نظر آنے لگ گئیں۔

گھریلو کام کاج کے اشتہارات عورت کرتی ہے تو جچتا بھی ہے، مگر وہ تمام کام جو مرد حضرات کے سمجھے اور مانے جاتے ہیں، ان میں ہی مرد مفقود ہوں تو عجیب لگتا ہے نا!!!!

اہم نکتہ یہ ہے کہ آپ کے ارد گرد اکثریت اشیا کی مشہوری "عورت" کرتی ہے۔ کہنے سننے اور لکھنے میں تو غالباً اچھا لگ رہا ہے کہ "عورت کے دَم سے ہے یہ مارکیٹنگ، وگرنہ مردوں میں اتنا دَم خَم کہاں۔۔۔؟"

مگر سچ تو یہ بھی ہے کہ اشتہارات میں اشیا کی نمائش کم "عورت کے وجود" کی نمائش زیادہ ہوتی ہے۔

جہاں جہاں مرد حضرات خواتین کے ساتھ موجود ہیں تو دیکھیے گا کہ مرد کوٹ، شرٹ اور پینٹ میں ملبوس ہوگا۔ سر تا پاؤں محفوظ و مامون، مگر وہیں عورت پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ دوپٹے سے بے نیاز، چست لباس، کھلے ٹخنے اور نہ جانے کیا کیا۔۔۔ گویا مقصود یہی ہو۔ اسّی فیصد اشتہارات میں مرد سر تا پیٹ ہی دکھ پاتے ہیں، مگر عورت زلفوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک۔۔۔ یہ دہرا رویہ کیوں؟؟

معاف کیجیے گا! مگر اشتہارات کے اس طرز پر دکھ ہوتا ہے۔

اشتہار بنائیے! شوق سے بنوائیے! مگر حدود کی مکمل پاس داری بھی ہونی چاہیے۔ تصویر والے اشتہار مرد کے بنیں یا عورت کے، دونوں ایک جیسے ہیں کیوں کہ فقہی مسئلے کے مطابق یہ حرام ہے اور رحمت کے فرشتے دونوں صورتوں میں اس جگہ سے دور رہتے ہیں، مگر اظہارِ رائے کے حق سے کہہ رہی ہوں کہ عورتوں کی حرمت کی پاس داری کرتے ہوئے اشتہارات ہونے چاہییں کہ آنکھیں نہ شرمائیں، دل افسردہ نہ ہوں، کسی راہ سے گزریں تو روح نہ کانپے، مردوں کی موجودگی میں اشتہار چلے تو ہم وہاں سے کھسکنے میں ہی عافیت نہ جانیں۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں عورت ذات کی کامیابی کے خلاف ہوں یا مصر ہوں کہ وہ قیدی کی زندگی بسر کریں۔ نہیں، ہرگز نہیں، ہاں! مگر میں یہ بات لازمی کہوں گی کہ وہ مکمل لباس مع دوپٹہ اپنا کام کریں۔ آپ بھی جانتے ہیں عورت ایک بیٹی ہے، ماں ہے، بیوی ہے، بہن ہے۔ یہ تمام رشتے بہت محترم و مبارک ہیں۔

سوچیے! مختلف نظریں ان اشتہارات کا حصار کرتی ہیں، مختلف اذہان ان کو سوچتے ہیں، مختلف زبانیں ان پہ گفت و گو کرتی ہیں۔ لہٰذا کام کیا جائے، مگر آہنی دیواروں کے ساتھ! روزی حاصل کی جائے، مگر شعور کے ساتھ۔۔۔!

یہ کام ناممکن نہیں کیوں کہ کچھ ایسے اشتہارات بھی دیکھے گئے جو صرف مصنوعات کی مشہوری بنا کسی مرد و عورت کے کرتے ہیں۔ دس فیصد اشتہارات ایسے بھی ہیں، جن میں مصنوعات کی مشہوری مناسب اور صحیح طریقے سے ہوتی ہے۔ ایسے تمام لوگ قابلِ تعریف، قابلِ ستائش اور قابلِ فخر ہیں، کیوں کہ اشتہار صرف اشتہار نہیں ہوتا، وہ قوم کے اذہان کی نشو و نما کرتا ہے۔ لہٰذا اس طرف دھیان دینا چاہیے۔

"خیریت ہے بھئی! آج تو بڑے زور و شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ کیا گھر میں وزیراعظم صاحب تشریف لا رہے ہیں؟" حنین ابھی یونی ورسٹی سے لوٹی تھی اور بھابھی کو یوں زور و شور سے صفائیاں کرتے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تمہارے خیال میں وزیراعظم صاحب ہوں گے، مگر حقیقت میں ان سے بھی بڑی شخصیت کی تشریف آوری ہو رہی ہے۔" بھابھی نے کہا۔

"بھابھی! سچ بتائیں کون آرہا ہے، جس کے لیے آپ اتنے انتظامات کر رہی ہیں۔" حنین نے تجسّس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"شام تک صبر کر لو، پتا چل جائے گا۔" بھابھی نے مسکرا کر کہا۔

پھر وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ آج وہ بہت تھک چکی تھی۔ تکیے پر سر رکھنے کی دیر تھی کہ وہ خوابِ خرگوش کے مزے لینے لگی۔ شام کو اس کی آنکھ بھابھی کی پکار پر کھلی۔

"حنین! جلدی سے تیار ہو جاؤ، سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ بھابھی کا منہ تکنے لگی۔

"بھابھی! شاید آپ بھول رہی ہیں کہ وہ آپ کے مہمان ہیں، جائیں ان کی خاطر مدارت کریں اور پلیز مجھے سونے دیں۔" حنین نے کہا اور آنکھیں موند لیں۔

حقیقت ناآشنا

بنتِ عثمان

بھابھی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر بٹھایا اور خود اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ "حنین! اب تم بڑی ہو چکی ہو، خاندان بھر میں تمہاری عمر کی لڑکیاں سب اپنے گھروں کی ہو چکی ہیں، میں نے اور تمہارے بھائی نے سوچا ہے کہ اب تمہیں بھی اپنے گھر کا ہو جانا چاہیے، فی الحال کے لیے اتنی تمہید کافی ہے۔ اب تم جلدی سے تیار ہو کر آجاؤ۔"

حنین بھابھی کی بات سُن کر ایک لمحے کے لیے شاک میں پڑ گئی کہ کیسے بھیّا اور بھابھی نے اس سے پوچھے بغیر ان کو بلوا لیا تھا۔ اس سے پوچھنا تو در کنار، اسے بتانا بھی مناسب نہ سمجھا، اسے اپنے خواب چکنا چور ہوتے دکھائی دیے۔ اس نے بچپن سے ہی یہ خواب اپنی آنکھوں میں بسائے تھے کہ وہ پڑھ لکھ کر جاب کرے گی اور یہاں بھیّا اسے پیا دیس سدھارنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ انہی سوچوں میں گم تھی کہ بھابھی کی پکار اسے خوابوں اور خیالوں کی دنیا سے نکال لائی۔ وہ کھڑی ہو کر بے دلی سے تیار ہونے لگی۔

جب وہ تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں گئی تو سامنے ایک درمیانی عمر کی خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے سلام کیا اور وہیں ان کے قریب صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے حنین سے چند سوالات کیے، جس کے اس نے بڑی غائب دماغی کے ساتھ جواب دیے، پھر وہ بھابی سے مخاطب ہوئیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ غم سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا، اسے کمرے میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی تو وہ فوراً باہر آگئی، پھر وہ اپنے کمرے میں آکر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ تین گھنٹے وہ مسلسل روتی رہی۔ مہمانوں کے جانے کے بعد بھیّا اور بھابھی اس کے کمرے میں آئے۔ وہ دونوں حد سے زیادہ خوش دکھائی دے رہے تھے، مگر جیسے ہی انھوں نے حنین کی حالت دیکھی تو غمگیں ہوگئے۔ بھیّا نے جب اس سے اس کی رضامندی پوچھی تو اس نے کہا:

"جب آپ نے بالا ہی بالا سب کچھ طے کر لیا ہے تو اب مجھ سے پوچھنے کا کیا فائدہ۔۔۔ بھائی! آپ کو پتا ہے، آپ نے مجھے اتنا پیار دیا کہ مجھے کبھی بھی ابو کی کمی محسوس نہیں ہوئی، لیکن اب میں جان چکی ہوں کہ "باپ تو باپ ہوتا ہے۔" اگر ابو ہوتے تو کبھی ایسا نہ ہوتا، کم از کم وہ مجھ سے پوچھتے ضرور!"

"گڑیا! ایسی بات نہیں ہے، ابھی تو صرف وہ تمہیں دیکھنے آئے تھے، میں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میں تم سے پوچھے بغیر کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں۔" بھائی نے ات سنواری۔

"لیکن بھیّا! آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر انھیں بلا تو لیا تھا نا۔" حنین روہانسی ہوگئی۔

"کوئی بات نہیں، اگر تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں تو میں منع کر دوں گا۔" بھائی نے نرم لہجے میں کہا۔

"بات منع کرنے کی نہیں ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ میں نے شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہے، لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ شاید اب میں آپ پر بوجھ بن رہی ہوں، اسی وجہ سے تو آپ یہ سب کر رہے ہیں۔" حنین بولی۔

"حنین! تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا، تمہاری جدائی کا سوچتا ہوں تو میرا دل اندر تک کٹ جاتا ہے۔ مجھے لگا کہ ایک نہ ایک دن تو تمہیں اپنے گھر جانا ہی ہے اور یہ رشتہ مجھے ہر لحاظ سے مناسب لگا تو میں نے بات چلائی، لیکن میں نے ابھی ان کو ہاں نہیں کی، اب میں تمہاری رائے جان چکا ہوں، میں انھیں منع کر دوں گا، جب تک تم نہیں چاہو گی، ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔" بھائی کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

وہ بھیّا کے گلے لگ گئی اور کہنے لگی: "بھیّا! آپ بہت اچھے ہیں، آپ نے میری خاطر اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا۔ میں زندگی بھر آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔"

پھر بھیّا بوجھل قدموں سے باہر چلے گئے۔ حنین کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس کا دل اطمینان و سکون سے بھر گیا۔

حسد

نمرہ امین

کیا آپ جانتے ہیں حسد انسان کی زندگی تباہ و برباد کر دیتا ہے؟ یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو انسان کو دیمک کی طرح اندر سے ختم کر کے کھوکھلا کر دیتی ہے۔ دوسروں سے حسد کرنا اُن کے آرام و سکون، آسائشوں پر ہر وقت نظر رکھنا اور اُن کے لیے اپنے دل میں برے خیالات رکھنا، اُن کی آسائشوں سے ہر وقت جلن محسوس کرنا۔ یہ سب سوچ ایک حاسد انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، اس کا سکون ہی چھین لیتی ہے۔

”حاسد قسم کے لوگ دوسروں کو دیکھ کر بہت جلن محسوس کرتے ہیں۔“ وہ دوسروں کے پاس اتنا سب کچھ دیکھ کر جلتے ہیں، اس طرح سے حسد کرتے ہیں کہ ان کو وہ لوگ برداشت ہی نہیں ہوتے کہ کیوں ان لوگوں کے پاس اتنی سہولتیں میسر ہیں؟ جب یہ جلن زیادہ ہو جاتی ہے تو حاسد لوگوں کو خود پر غصہ آتا ہے۔ وہ دوسروں کی چیزوں، نعمتوں سے حسد کرتے ہیں۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ میرے پاس اتنی سہولتیں، نعمتیں تو ہیں نہیں، اُس انسان کے پاس کیوں ہیں؟ کیوں وہ عیش و آرام کی زندگی گزار رہا ہے؟

”حاسد لوگ کئی طرح کی سوچ رکھتے ہیں۔“

”ایک یہ کہ جو آرام و سکون اور سہولیات سب کے پاس ہیں، وہ مجھے بھی مل جائیں اور سب کے پاس بھی رہیں۔“

”ایک یہ سوچ ہوتی ہے کہ حسد کرنے والا یہ سوچتا ہے کہ جو اُس انسان کے پاس اتنی آرام و آسائش، اتنی نعمتیں ہیں، وہ اُس سے چِھن جائے اور مُجھے مل جائے۔“

”وہ روز کوئی نہ کوئی طریقے تلاش کرتا ہے کہ اُس انسان سے یہ سب چِھن جائے، ہر آسائش بس مجھے مل جائے، دوسروں کے پاس نہ ہو۔“

”ایک یہ سوچ حاسد کی ہوتی ہے جو بہت بدترین ہو جاتی ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ اُس انسان کے پاس جو اتنی سب سہولیات، آرام و آسائش جو سب کچھ ہے، وہ مجھے ملے نہ ملے پر اُس کے پاس بھی نہ رہے۔ اُس سے بھی یہ سب آرام آسائش سب چِھن جائے۔ وہ بھی سکون اور خوشی سے نہ رہ سکے۔“ حاسد لوگ جب کسی کے لیے دل میں کینہ، بغض اور حسد رکھتے ہیں تو اُس انسان کو بہت بری نظر لگ جاتی ہے۔ اُس کے حالات تک خراب ہو جاتے ہیں۔ اُس کے کام میں، گھر میں، کسی بھی طرح نقصان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

”حاسد لوگوں کی نظر ہی ایسی ہوتی ہے جو کسی دوسرے پر پڑے تو اُس کی زندگی برباد کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔“ خود کو اتنا مضبوط، اللہ پر یقین کرنے والا بنائیں کہ جو آپ کی قسمت میں آسائشیں ہیں، وہ آپ کو مل کر ہی رہیں گی۔ وہ آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا نہ ہی کسی سے حسد کرنے سے آپ کو مل سکتی، وہ سب آپ کو اللہ کی طرف ملتی ہیں، جو دوسروں کے پاس آسائشیں ہیں، وہ اُن کی قسمت میں لکھی جا چکی ہیں اور ان کو مل رہی ہیں۔ وہ آپ کی نہیں ہیں، جو آپ اُن سے حسد کریں اور بُری نظر رکھ کر چھیننے کی کوشش کریں یا اُس کو بُری نظر لگائیں۔

اللہ پر یقین اور صبر انسان کو بہت کچھ عطا کر دیتا ہے۔ ہر نعمت اور آسائش حاصل ہو جاتی ہے۔ خود پر یقین، ہمت، محنت سے اپنے ہر کام کریں بہت ترقی ملے گی، ان شاء اللہ! حسد کرنے سے انسان دنیا میں کہیں کا نہیں رہتا، وہ اکیلا ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی خود ہی برباد کر لیتا ہے۔ اس لیے حاسدوں سے بچنے کے لیے صبح شام کے اذکار خاص طور پر آیۃ الکرسی اور معوذتین باقاعدہ اور کثرت سے پڑھنا چاہیے، اللہ سے دعائیں مانگتے رہیں، توبہ کرتے رہیں، دکھاوے سے بچ کے رہیں۔ ہر وقت اللہ کا شکر کرتے رہیں، اللہ پر یقین کرتے رہیں اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے صدقہ و خیرات کرتے رہیں، تاکہ آپ حاسدوں سے اور اُن کی بُری نظر سے ہمیشہ بچ کے لیے بچ جائیں۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین!

رات کے کسی پہر اس کی آنکھ کھلی تو شدّت سے اسے پیاس لگی، آج وہ پانی کا جگ رکھنا بھول گئی تھی۔ وہ اٹھی اور کچن کی طرف جانے لگی، مگر ابھی اس نے کمرے سے ایک قدم ہی باہر نکالا تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ ورطہ حیرت میں مبتلا ہو گئی۔ لاؤنج میں بھیّا جائے نماز پر بیٹھے اپنے رب سے راز و نیاز میں مصروف تھے۔ خاموشی ہونے کے باعث ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی، وہ کہہ رہے تھے: ”اے اللہ! آپ گواہ ہیں، میں نے اپنی بہن کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں نے اس کے لیے وہ سب کیا جو میرے بس میں تھا، سب سے بڑھ کر میں نے اسے اپنی جان سے زیادہ چاہا، مگر جب آج اس نے کہا کہ ”وہ میرے لیے بوجھ ہے“ اس کے نزدیک یہ جملہ معمولی تھا، مگر شاید وہ یہ نہیں جانتی کہ اس کے اس جملے نے مجھے اندر سے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں ٹوٹ چکا ہوں، بکھر چکا ہوں۔“ حنین میں اس سے زیادہ سننے کی طاقت نہ تھی، اسے لگا کہ وہ وہیں گر جائے گی، وہ الٹے پاؤں مڑی اور اپنے آپ کو بستر پر ڈال دیا اور زار و قطار رونے لگی۔ آج اسے حقیقتاً اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ جس طرح بھیّا اس سے محبت کرتے ہیں، شاید اس سے کہیں زیادہ وہ ان سے محبت کرتی ہے۔ وہ ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی، ان کی آہ و زاری سن کر اس کا دل پگھل گیا، پھر اس نے فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگائی اور لمحوں میں فیصلہ کر لیا کہ ”اب وہ سرابوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے گی، اپنی خواہشات کو ان چاہتوں پر ترجیح دے گی، اب صرف وہ کرے گی، جس میں بھیّا کی خوشی اور رضا ہو گی۔“

اس کا دل جو کل تک غصہ اور نفرت کی آگ میں جل رہا تھا، یک دم اس میں محبتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا، نفرتوں کے بادل چھٹ گئے، اب خوشیاں اس کی منتظر تھیں، پھر وہ اطمینان و سکون سے سونے لگی کیوں کہ صبح اُٹھ کر بھیّا کو خوش خبری بھی تو سنانی تھی۔

بیت السلام موبائل ایپ

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

- قبلہ ڈائرکشن
- ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
- آن لائن ڈونیشن
- زکوٰۃ کیلکولیٹر
- لائیو اور ریکارڈ بیانات
- روزمرہ کی دعائیں
- قرآن کریم
- نماز ٹائمنگ

داخلہ ممنوع ہے!!!

ورده افضل

"قادیانیوں کا داخلہ ہماری دکان پر ممنوع ہے۔" دس سالہ تبریز نے دکان کے باہر لکھی ہوئی تحریر کو حیرت اور الجھن کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اونچی آواز میں پڑھا تو ساتھ آئے تیرہ سالہ حیدر کی توجہ بھی اسی کی جانب ہو گئی۔

"بھائی جان! یہ قادیانی کون ہوتے ہیں اور یہاں ایسا کیوں لکھا ہے؟؟" وہ دکان پر کیوں نہیں آسکتے؟ بھائی کی توجہ اپنی جانب دیکھی تو تبریز نے جھٹ سے سوال کیا۔

"مجھے نہیں پتا، ایسا کرتے ہیں گھر جا کر بابا جان سے پوچھیں گے، ابھی سامان لیتے ہیں، امی جان ہمارا انتظار کر رہی ہوں گی۔" حیدر نے چھوٹے بھائی کو دکان پر آنے کا مقصد یاد دلایا اور جلدی جلدی مطلوبہ اشیا اٹھا کر کاؤنٹر پر آ گیا۔

حیدر، تبریز اور ایشال تین بہن بھائی تھے۔ ان کے والد شاہ نواز حسن صاحب کئی سال پہلے نوکری کی تلاش میں آبائی گاؤں سے نکلے اور لاہور جیسے گنجان آباد شہر میں آکر آباد ہو گئے۔ گاؤں میں جو تھوڑا بہت دین سیکھا سو سیکھا، شہر آ کر دنیا داری میں ایسے مگن ہوئے کہ نماز روزہ کو کافی سمجھنے لگے۔ بچوں نے قاری صاحب سے سپارہ پڑھنا اور نماز سیکھنا تو شروع کر رکھا تھا، لیکن اس سے زیادہ کسی بات کی پروا نہ انھیں تھی نہ ان کی زوجہ کو۔۔۔

◆◆◆

زندگی اسی طرح گزر رہی جاتی، لیکن جب اللہ ہدایت دینا چاہے تو راستے نکل ہی آتے ہیں۔

یہ ان کی ماں کی دعائیں تھیں یا کسی نیکی کا صلہ کہ تبریز نے وہ نوٹ پڑھا اور اب وہ بہت کچھ جاننے کے درپے تھا۔

"بابا جانی! یہ قادیانی کون ہوتے ہیں؟ اور کافر کیوں کہتے ہیں ان کو؟" دکان سے گھر آتے ہی تبریز، شاہ نواز صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا۔ تبریز کے سوال پر شاہ نواز صاحب نے چونک کر دونوں بیٹوں کو دیکھا اور کچھ سوچ کر بولے: "یہ بھی ہماری طرح کے مسلمان ہی ہیں بس کچھ باتوں کا فرق ہے۔"

"تو بابا وہ دکان پر انکل نے کیوں لکھا تھا کہ قادیانیوں کا داخلہ منع ہے؟" سوال حیدر کی طرف سے آیا تھا۔

"بیٹا! یہ تو مجھے معلوم نہیں، آپ قاری صاحب آئیں گے ان سے پوچھ لینا۔" شاہ نواز صاحب نے لاعلمی کا اظہار کرنے کے ساتھ ہی مشورہ بھی دے دیا۔

اب دونوں کو قاری صاحب کا بے صبری سے انتظار تھا۔ دو بج چکے تھے اور قاری صاحب نے پانچ بجے آنا تھا، جیسے تیسے وقت گزرا اور بالآخر وہ قاری صاحب کے پاس اپنا سوال لے کر پہنچ چکے تھے۔

قاری صاحب نے سوال سنا تو بولے: "بیٹا! مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ نے اس بات پر غور کیا۔ قادیانیوں کا داخلہ اس دکان میں اس لیے منع کیا ہے، کیوں کہ قادیانی بہت خطرناک قسم کے کافر ہوتے ہیں۔"

"لیکن بابا جان نے تو کہا کہ وہ بھی مسلمان ہی ہوتے ہیں۔" حیدر اچانک سے بولا تو قاری صاحب سمجھ گئے کہ بچوں کے ساتھ ساتھ والدین بھی لاعلم ہیں، سو انھوں نے تفصیل سے دونوں بچوں کو سمجھانے کا ارادہ کیا اور بولے: "تبریز بیٹا! بابا جان گھر ہیں تو ان کو بھی بلا لیں۔"

تبریز بھاگ کر والد صاحب کو بلا لایا۔ شاہ نواز صاحب کے آنے پر قاری صاحب نے ان سے سلام دعا اور حال چال پوچھنے کے بعد بات کا آغاز کیا اور کہنے لگے: "الحمد للہ! ہم سب مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے، نبی کریم ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ قرآنِ مجید آسمانی کتاب ہے، جو ہمارے نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اور ہم فرشتوں اور آخرت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔"

"اس بات میں تو کوئی شک نہیں ہے قاری صاحب! لیکن آپ یہ سب کیوں بتا رہے ہیں، یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے۔" شاہ نواز صاحب ایک دم سے بولے۔

"آپ بالکل درست فرما رہے ہیں، لیکن یہ تمہید اس بات کے لیے ضروری ہے جو میں اب کرنے والا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کو بھیج کر اللہ نے نبوت کے سلسلے کو مکمل فرما دیا، جو سلسلہ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا۔ اب نبیوں کی تعداد میں اضافہ ممکن نہیں ہے، اسے "عقیدہ ختم نبوت" کہتے ہیں۔" قاری سلیم صاحب نے گفت گو کا سلسلہ وہیں سے شروع کیا۔

حیدر، تبریز اور شاہ نواز صاحب کو انہماک سے بات سنتے دیکھ کر قاری صاحب ایک لمحے کے توقف کے بعد پھر سے بولے: عقیدۂ ختم نبوت نہایت اہم ہے۔ اس میں اگر شک بھی آ جائے تو انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس عقیدے پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، کیوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے تو وہ ایک واضح عقیدہ کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کے قیامت تک ہدایت کا ذریعہ ہونے کا بھی منکر ہو جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک کے لوگوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کو قرآنِ مجید عطا کیا، جو ہر دور کے لوگوں کو ہدایت کی راہ

دکھانے کاذریعہ رہے گا۔

یہی نہیں، بلکہ قرآنِ پاک کی تقریباً 100 آیات اور نبی کریم ﷺ کی 210 احادیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ اب قیامت تک کسی کو اللہ تعالیٰ نبوت عطا نہیں کریں گے۔ ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے دوبارہ، لیکن وہ آپ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں، سوان کے آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ہمارے عقیدے پر۔۔۔اس پر ہم پھر کبھی بات کریں گے، ابھی ہمارا مقصد ختمِ نبوت کا مطلب سمجھنا ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آرہی ہے نا؟؟"

"جی قاری صاحب!" حیدر جھٹ سے بولا۔ "لیکن ابھی تک آپ نے نہیں بتایا کہ قادیانی کون ہوتے ہیں؟"

"جی جی بیٹا! ہم اسی طرف آرہے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں اور پھر آپ ﷺ کے بعد بھی بہت سے لوگوں نے کہا کہ وہ بھی اللہ کے نبی ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے تھے، کیوں کہ آپ ﷺ کے بعد تو کوئی نبی بن ہی نہیں سکتا تھا۔"

اب ایک آدمی تھا، جس نے پاکستان بننے سے بھی کئی سالوں پہلے دعویٰ کیا کہ وہ بھی اللہ کا نبی ہے۔ عجیب انسان تھا، کبھی وہ کہتا کہ وہ مہدی ہے، کبھی کہتا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہے، کبھی کہتا کہ محمد ﷺ اس کی شکل میں دوبارہ دنیا میں آئے ہیں، کبھی کچھ کبھی کچھ! حالاں کہ وہ انتہائی گندا انسان تھا، لیکن پھر بھی کچھ لوگ اس کے دھوکے میں آپ گئے، کیوں کہ وہ اپنی باتوں کو کہتا کہ "اللہ نے مجھے یہ وحی کے ذریعے بتایا ہے۔" جن لوگوں کو دین کا پتا نہیں تھا، وہ اس کی باتوں میں آگئے۔ اس آدمی کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔

اب جو لوگ اس کو سچا مان کر اس پر ایمان لے آئے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہو گئے، کیوں کہ میں نے ابھی آپ کو بتایا نا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں صاف طور پر بتا دیا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی احادیث سے بھی ہمیں یہ پتا چلتا ہے اور جو اس بات کا انکار کرے گا، وہ کافر کہلائے گا تو جن لوگوں نے مرزا قادیانی کو نبی مان لیا وہ سب کے سب کافر ہو گئے۔"

"قاری صاحب! آپ ہمیں کوئی ایک آیت اور حدیث اس بارے میں بتا سکتے ہیں؟" یہ سوال بچوں کے ابو کی طرف سے تھا۔

"جی ہاں! کیوں نہیں۔۔۔تو سنیے!

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب:٤٠)

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (یعنی نبیوں کے سلسلے کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي (سنن أبي داؤد و الترمذي)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اس طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

"جب اتنی صاف آیات اور احادیث موجود ہیں تو پھر لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیوں کیا؟" حیدر نے سوال کیا۔

"بہت اچھا سوال کیا آپ نے بیٹا جی! دراصل شیطان جب کسی کو گمراہ کرتا ہے تو دل میں کسی چیز کی خواہش کو بہت بڑھا دیتا ہے اور تقریباً سبھی لوگ جنھوں نے دعویٰ نبوت کیا، ان کا مقصد سیاست اور حکمرانی کرنا تھا۔ وہ لوگ طاقت اور شہرت حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن مرزا قادیانی کو اس وقت کی حکومتِ برطانیہ نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے چنا، تاکہ وہ مذہب کے نام پر ان کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو مٹا سکیں، کیوں کہ ایک سچا مسلمان دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا اور یہ چیز ان کے لیے کسی طور بھی قابلِ قبول نہ تھی۔"

"قاری صاحب! ہمیں ان کے بارے میں اور معلومات بھی فراہم کریں، تاکہ ہم خود بھی ان سے بچیں اور اپنے دوستوں کو بھی ان سے بچا سکیں۔" حیدر نے مزید جاننا چاہا۔ اتنے میں قریب کی مسجد سے مغرب کی آواز آنے لگی۔ قاری صاحب نے وقت دیکھا تو بات کو سمیٹتے ہوئے گویا ہوئے: "بیٹا! فی الوقت مختصر بات کرتا ہوں کہ قادیانی عام کافروں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اور ان کے لیے حکم بھی زیادہ سخت ہیں، یہ کیسے مختلف ہیں؟ یہ میں ان شاء اللہ آپ کو پھر کسی دن سمجھاؤں گا۔ ابھی بس اتنا یاد رکھیں کہ قادیانیوں کے ساتھ ہر قسم کا تعلق رکھنا حرام ہے، ان کے ساتھ کاروبار اور لین دین نہیں کیا جا سکتا، شادی نہیں کی جا سکتی، ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔ مختصراً یہ کہ ان سے کسی بھی قسم کا معاملہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے اس دکان کے باہر لکھا تھا کہ "قادیانیوں کا داخلہ ہماری دکان پر ممنوع ہے۔" اب آپ مجھے اجازت دیں، باقی باتیں ان شاء اللہ پھر کسی دن کریں گے۔"

دونوں بچوں نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا اور قاری صاحب کو رخصت کرنے کے بعد نماز کے لیے مسجد کی طرف بڑھ گئے۔

صارم کی توبہ

انیسہ عائش

"کل سے آپ لوگوں کی گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو جائیں گی۔اپنی چھٹیوں کا کام مکمل کیجیے گا اور چھٹیاں انجوائے کیجیے گا۔ بیسٹ آف لک، آل آف یو۔" پرنسپل کے ان اختتامی الفاظ کے ساتھ ہی چھٹی کی گھنٹی بج اُٹھی۔ صارم نے بے اختیار ہی خوشی سے نعرہ لگایا۔ "یاہو! اب تو گاؤں جائیں گے۔"

صارم نے اپنے بابا سے وعدہ لے رکھا تھا کہ گرمیوں کی چھٹیاں گاؤں میں گزاریں گے، سو چھٹیوں کا اعلان ہوتے ہی بابا جان نے گاؤں جانے کا پروگرام بنایا۔ تیاریاں کی گئیں۔ٹرین کے ٹکٹ خریدے گئے۔ آخر کار وہ دن آ ہی گیا، جب وہ لوگ مقرّرہ وقت پر اسٹیشن پہنچے اور اپنی سیٹیں تلاش کیں اور مطلوبہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔

امی جان نے کتاب نکال لی، جبکہ بابا اپنے موبائل پر مصروف ہوگئے۔ صارم باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو دل چسپی سے دیکھنے لگا۔ کئی گھنٹے سفر کے بعد وہ لوگ اسٹیشن پہ اُترے تو چچا جان ان کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ صارم گاؤں کیا آیا اس کے تو مزے ہوگئے۔ اسے اپنا ہم مزاج مہر مل گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ گرمیوں کی چھٹیاں، ڈھیر سارے آم اور جانوروں کو تنگ کرنے کے لیے ڈھیر سارا وقت۔۔۔ جی ہاں! آپ نے صحیح پڑھا۔ "جانوروں کو تنگ کرنا۔" صارم ایک اچھا بچہ تھا۔ ایک ذہین طالبِ علم، چھوٹوں کے کام آتا تو بڑوں کی عزّت کرتا۔ غرض کہ وہ ایک مثالی بچہ تھا، مگر اس کے ساتھ ہی اس میں ایک بُری عادت پائی جاتی تھی، وہ یہ کہ جانوروں کو تنگ کرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنے ہاں تو اسے نہ ہی فرصت ملتی تھی نہ ہی جانور میسر تھے، جبکہ گاؤں میں ان دونوں سہولتوں کے ساتھ ساتھ اسے ساتھی بھی مل گیا تھا، چناں چہ صبح اٹھتے ساتھ ہی ان کی سر گرمیوں کا آغاز ہو جاتا۔ دیسی پراٹھے اور لسی کا لذیذ ناشتہ کرنے کے بعد سب سے پہلے تایا کی کٹ کٹ (مرغی) ان کا ہدف ہوتی۔ وہ کٹ کٹ کے چوزے اٹھا لیتے۔ کٹ کٹ گھبرائی ہوئی کٹ کٹ کٹاک کٹاک کرتی ان کے پیچھے آتی تو وہ دوڑ لگا لیتے۔ یوں کٹ کٹ کو تنگ کرنے کے بعد وہ شانی میاں کے بچوں کو نشانہ بناتے۔ گولڈی بچوں کی میاؤں میاؤں کی آواز سُن کر غرّاتی ہوئی ان کی طرف آتی تو بچوں کی جان چھوٹتی۔ اگلی باری نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھے اونگھتے ڈبو کی آتی۔ وہ درخت پہ چڑھ کر بیٹھ جاتے اور اس پر کنچے اور پتھر برساتے، پتے پھینکتے تو ڈبو کتا بے بسی سے ان پر بھونک کر رہ جاتا۔ کچھ دیر اس شغل سے مزہ لیتے، پھر انھیں منیر بابا کی گدھا گاڑی کی یاد آتی تو اس کی جانب چل پڑتے۔ گدھا گاڑی پر سوار ہو کر ان کی کوشش ہوتی کہ وہ پاس سے گزرتی موٹر سائیکل کی رفتار کا مقابلہ کریں۔ وہ گدھے کے جاندار ہونے کی پروا کیے بغیر چھڑی لہرا لہرا کر گدھے کو تیز بھاگنے پہ مجبور کرتے۔ بے چارہ گدھا ہانپ کر رہ جاتا، مگر جیسے ہی پیٹھ پر چھڑی پڑتی وہ بھاگنے لگتا۔ منیر بابا انھیں سمجھاتے کہ بے زبان جانور کو تکلیف نہ دیا کرو، مگر وہ ایک نہ سنتے۔ سب سے آخر میں اماں تاجوان کے ستم کا نشان بنتی۔ اماں کو اپنی گائے سے بڑا پیار تھا اور وہ ہر وقت اس کی سیوا میں لگی رہتیں۔ وہ چارہ کھانے میں مگن لالی کے سامنے سے چارہ اٹھا کر دو دو قدم پیچھے ہٹتے تو لالی معصوم چارے کے لیے آگے بڑھتی، یہاں تک کہ وہ گردن میں بندھی رسی کی وجہ سے جھٹکا کھا کر رہ جاتی اور یہ دونوں قہقہے لگاتے، جس دن اماں تاجو انھیں دیکھ لیتیں، ان کی خوب خبر لیتیں۔ آخر دونوں کانوں کو پکڑ کر معافی مانگتے اور بھاگ آتے۔ سارا دن شرارتوں اور مٹر گشت کے بعد رات کو تھک ہار کر بستر پر گرتے ہی سو جاتے۔ کل رات بھی ایسا ہی ہوا۔ آج صبح صارم کی آنکھ کھلی تو اسے مہر دکھائی نہیں دیا۔ وہ ناشتہ کرنے کے بعد اس کی تلاش میں باہر چلا آیا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم چلتا جا رہا تھا کہ اسے کٹ کٹ کا چوزہ نظر آیا۔ اس نے جیسے ہی چوزے کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ کٹ کٹ نا جانے کہاں سے اڑتی ہوئی آئی اور اس کے ہاتھ پر اس زور سے چونچ ماری کہ اس کی کھال ادھڑ گئی اور اس کے نیچے کا سُرخ گوشت دکھائی دینے لگا۔ اس نے کٹ کٹ کی طرف دیکھا تو وہ چونک گیا کیوں کہ آج کٹ کٹ کا سائز صارم جتنا ہو گیا تھا۔ وہ اس حملے سے نہیں سنبھلا تھا کہ بکری نے اس زور سے سینگ مارا کہ وہ بلبلا اُٹھا۔ ساتھ ہی اسے قہقہوں کی آواز سنائی دی تو اس نے سامنے نگاہ دوڑائی جہاں کٹ کٹ، گولڈی، ڈبو، گدھا اور لالی اس پر ہنس رہے تھے۔

"دوستو! آج ہم سب اس سے اپنے ظلم کا بدلہ لیں گے، یہ مجھ پر چھڑیاں برساتا تھا۔" گدھے نے سب کو کہا۔ "ہاں ہاں! اس نے میرے بچوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے، مجھے بھی بدلہ چاہیے۔" سب اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور ہر اک بتانے لگا کہ وہ انھیں کیسے ستاتا تھا، پھر سب اس کی جانب بڑھے، گولڈی نے اس کے پاؤں پر اپنا پنجہ رسید کیا۔ صارم کی درد سے چیخ نکل گئی۔ پیچھے ہی وہ پتھر کے ٹکڑے پڑے تھے جو وہ ڈبو کو مارا کرتا تھا۔ وہ ان سے ٹکرایا اور لڑکھڑا کر گر گیا۔ اب وہ ان سب جانوروں کے قدموں میں پڑا تھا اور وہ سب دائرہ بنائے اس کے گرد کھڑے تھے۔ وہ رو پڑا "پلیز مجھے معاف کر دو، مجھ پر رحم کھاؤ۔" مگر وہ سب ایک آواز میں بولے: "تم نے ہم پر رحم کیا؟ نہیں نا! ہم بھی رحم نہیں کھائیں گے، ہم بدلہ لیں گے۔" اور وہ سب اس کو مارنے لگے۔ وہ اونچی آواز میں چلانے لگا۔ ان سے معافیاں مانگنے لگا کہ اچانک ہی اسے تایا کی آواز آئی۔ "صارم بیٹا!" اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ سب لوگ اس کی چارپائی کے گرد کھڑے تھے۔ "بچے نے کوئی برا خواب دیکھ لیا ہے۔" تائی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ ابھی تک کانپ رہا تھا۔ چچی جان نے پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگایا تو ایک سانس میں پورا گلاس پی گیا۔ "آپ سب مجھے معاف کر دیں، میں اب کبھی جانوروں کو تنگ نہیں کروں گا، میرا پکا وعدہ!"

"ارے ماشاء اللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" تایا نے پیار سے اسے لپٹا لیا۔ باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

حضرت عدّاس رضی اللہ عنہ

بنتِ تاجور

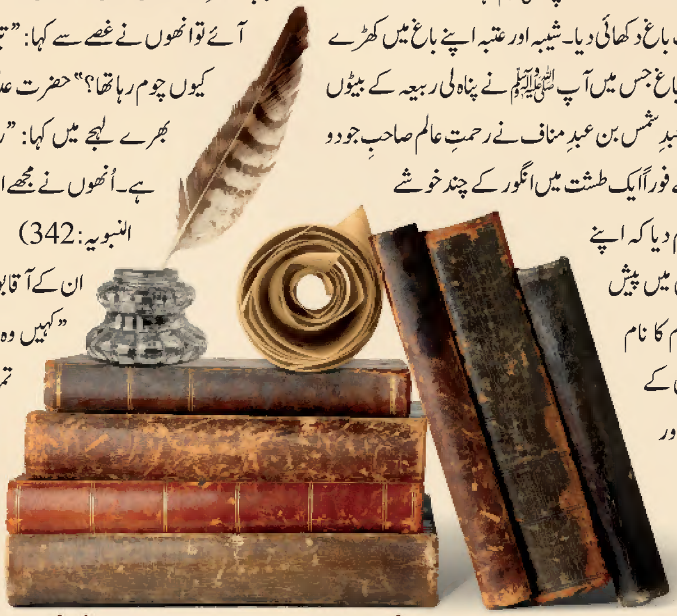

جب ہادیٔ عالم، داعی و مبلّغِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ ہجرت کی تو وادیٔ طائف سے اسلام کی دعوت دینے کا آغاز کیا۔

اس وقت رحیم و کریم نبی ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ وادیٔ طائف کے تین بدنصیب، ناعاقبت اندیش اور بدبخت سرداروں نے اللہ جلّ جلالہ کے لاڈلے اور محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کے پیچھے بدماش لڑکوں کا ٹولہ لگا دیا۔ ان ظالموں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے جوتے تک خونِ مبارک سے بھر گئے۔ پیارے نبی جی ﷺ اسی زخمی حالت میں سات میل تک پیدل چلے۔

طائف کے لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کی۔ آپ ﷺ وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں مسلسل خون بہنے کی حالت میں ایک باغ دکھائی دیا۔ شیبہ اور عتبہ اپنے باغ میں کھڑے آپ ﷺ کی حالتِ زار دیکھ رہے تھے، یہ باغ جس میں آپ ﷺ نے پناہ لی ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کا تھا۔ باغ کے مالک ربیعہ بن عبدِ شمس بن عبدِ مناف نے رحمتِ عالم صاحبِ جود و سخا ﷺ کو زخمی حالت میں دیکھا تو اُس نے فوراً ایک طشت میں انگور کے چند خوشے اور کھجوریں رکھ کر اپنے نصرانی غلام کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے اِن (ﷺ) کی خدمتِ اقدس میں پیش کریں۔ شیبہ بن ربیعہ کے اس جوان غلام کا نام عدّاس تھا۔ آپ نینوا کے مشہور مقام موصل کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اہلِ کتاب اور مذہباً عیسائی تھے۔ انھوں نے اپنے آقاؤں کے حکم کی فوری تعمیل کی اور تازہ پھلوں سے سجا طشت سردار الانبیا ﷺ کے حضور پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے مقرّب بندے اور آخری رسول ﷺ نے کھانے کی غرض سے دستِ اقدس طشت کی طرف بڑھایا تو آپ ﷺ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی اس کے بعد انگور تناول فرمایا۔ عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بہت مبہوت ہو کر آپ ﷺ کے روشن و منوّر چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ یہ سُن کر حیرت سے بولے:

"بخدا! کھاتے وقت یہ کلام پڑھنا اس علاقے کے لوگوں کی عادت تو نہیں۔"

آپ ﷺ نے شفقت اور مہربانی سے فرمایا: "تمہارا تعلق کس علاقہ سے ہے اور تمہارا دین کیا ہے؟"

عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "میں نصرانی ہوں اور میرا تعلق نینویٰ سے ہے۔"

"حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "مردِ پاک باز حضرت یونس بن متی علیہ السّلام کی بستی!"

عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ کہا: "آپ حضرت یونس علیہ السّلام کو کیسے جانتے ہیں؟ بخدا! جب میں نینویٰ سے نکلا اس وقت حضرت یونس علیہ السّلام کو دس افراد بھی نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ انھیں کیسے جانتے ہیں؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔"

عدّاس رضی اللہ عنہ نے نبوت کے یہ آثار و صفات دیکھ کر وفورِ محبت سے معمور ہو کر شافعِ محشر، مبشر، شاہِ مدینہ ﷺ کے دستِ مبارک اور پیروں کا بوسہ لیا اور برملا کہہ اُٹھے: "میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

اور یوں ایک نصرانی غلام عدّاس ساقیٔ کوثر ﷺ کے ہاتھوں سے مے عشق پی کر صاحبِ ایمان ہو کر صحابیٔ رسول ﷺ بن گئے۔

اُدھر ربیعہ بن عبدِ شمس کے دونوں بیٹے اس غلام کو اجنبی زخمی نوجوان سے مسلسل گفت گو کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ذرا دیکھو! اس نوجوان نے تمہارا غلام خراب کر دیا ہے۔"

جب حضرت عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نورِ اسلام سے منوّر و تاباں ہو کر اپنے آقاؤں کے پاس آئے تو انھوں نے غصے سے کہا: "تیرے لیے ہلاکت! تو اس شخص کے ہاتھ، پاؤں اور سر کیوں چوم رہا تھا؟" حضرت عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت محبت اور عقیدت بھرے لہجے میں کہا: "روئے زمین کی کوئی چیز اُن (ﷺ) سے بہتر نہیں ہے۔ اُنھوں نے مجھے ایسی چیز بتائی جسے صرف ایک نبی ہی بتا سکتا تھا۔" (سیرۃ النبویہ: 342)

ان کے آقا بولے:

"کہیں وہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ (پھیر) نہ کر دیں، تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔"

غزوۂ بدر میں جب دونوں طرف زور و شور جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں تو حضرت عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے، جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آقا شیبہ اور ربیعہ اِدھر سے گذرے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آقاؤں کے پیر پکڑ کر بڑی عاجزی و انکساری سے فرمایا:

"خدا کی قسم! تم لوگ خدائے متعال کے آخری نبی ﷺ سے لڑنے کے لیے جا رہے ہو، تم لوگوں کا زندہ بچ کر آنا ناممکن ہے۔"

یہ درد اور فکر حضرت عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وجہ سے پریشان کر رہی تھی کیوں کہ انھوں نے اپنے آقاؤں کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا تھا، اس لیے انھوں نے اپنے آقاؤں کو دینِ حق مبین کے بارے میں بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور مزید کہا: "وہ معتبر ہستی واقعی رسولِ خدا (ﷺ) ہے۔ آپ کا ان پر تلوار اٹھانا، خود کو تہ تیغ کرنا ہے۔"

مگر وہ نافرمان کسی طور نہ مانے اور اپنے کفر و شرک پر ڈٹے رہے۔ اُن کی تقدیر میں اپنے سرکش سرغنہ ابوجہل کے ساتھ نجس موت پا کر جہنم رسید ہونا لکھا تھا اور ان کے نصرانی غلام کا میدانِ بدر میں جامِ شہادت نوش کر کے جنّت میں شرابِ طہور پینا اور بفضلِ ربّ العزت ایسا ہی ہوا۔ (ابنِ ہشام)

مسجد عدّاس: یہ مسجد طائف میں اسی باغ میں حضرت عدّاس رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے، جہاں آقا کریم ﷺ نے آرام فرمایا تھا اور حضرت عدّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان قبول کیا تھا۔ سبحان اللہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ!!

مچھروں کی فوج

ڈاکٹر الماس روحی

بادشاہ نمرود ملکِ عراق کا حاکم تھا اور شہر بابل اس کا دارالحکومت تھا۔ یہ بڑا خود پسند اور خود سر بادشاہ تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تعلیمات سے چڑتا تھا اور خود کو خدا سمجھتا تھا، جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی شکایت لے کر اس کے دربار میں آئے اور کہا کہ "ابراہیم (علیہ السّلام) نے ہمارے خداؤں کو ناراض کر دیا ہے، اس نے بت خانے کے سارے بت توڑ دیے ہیں، اسے اس گناہ کی ہم سزا دینا چاہتے ہیں۔" تو نمرود خوش ہوا اور اس نے اپنے محل کے سامنے ایک سخت زمین کے میدان کا انتخاب کیا اور کہا کہ "یہاں ایک گہرا گڑھا کھود دو۔" یوں اُس گاؤں کے لوگوں نے مل کر جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، ایک بڑا گہرا گڑھا کھودا، ہفتوں وہ اس کام میں لگے رہے، جب گڑھا تیار ہوا تو اسے کئی دنوں کی محنت کے بعد لکڑیوں سے بھر دیا گیا۔ اس گڑھے میں ہر طرح کی لکڑی ڈالی گئی اور پھر اس میں آگ لگا دی اور جب آگ کے شعلے آسمان کو سرخ، زمین کو تپانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس آگ میں پھینک دیا گیا۔ یہ آگ کا سمندر تھا، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو راکھ بن جانا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کیسے اپنے نبی کو آگ میں جلنے دیتے؟ تمام فرشتے اللہ کے حکم سے آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوئے۔ اس وقت پیارے نبی علیہ السّلام کے منہ سے نکلا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل (مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) تو پروردگار عالم نے براہِ راست آگ کو حکم دیا: "اے آگ! حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔" آگ کا وہ گڑھا گلستان بن گیا۔ ابراہیم علیہ السّلام کا وہ وقت کمالِ خوشی اور بے غمی کا گزرا۔ آپ علیہ السّلام کو فرشتوں نے جنّت کا قیمتی لباس پہنایا اور اللہ کے حکم سے لذیذ کھانے کھلائے گئے۔ سات روز کے بعد نمرود نے سمجھا کہ آگ بجھ گئی ہو گئی۔ محل کے اونچے حصے میں چڑھ کر روزانہ نمرود دیکھتا آگ کیسے جل رہی ہے، کیوں کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زندہ رہنے سے خوف آتا تھا، اسے کئی برس پہلے نجومیوں نے بتایا تھا کہ تیری حکومت کو ایک لڑکا پلٹ دے گا ہو نہ ہو یہ وہی لڑکا ہے، جس کا اشارہ مجھے پہلے کر دیا گیا۔ میرے ملک پر تو آفت آ پڑے گی، وہ اپنے دل کا ڈر اپنے ساتھیوں کو بتاتا تو وہ کہتے: "بادشاہ سلامت! آپ فکر نہ کریں، یہ آگ تو ایسی ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام جل بھن جائیں گے، وہ بچ نہ سکیں گے۔" حضرت ابراہیم علیہ السّلام کچھ روز بعد راکھ کے پہاڑ سے نکل کر آئے تو پھر سے نمرود کے ماننے والوں کو وعظ و نصیحت کی۔ آپ علیہ السّلام فرماتے "جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے، وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے۔ وہ کسی کے آگے نہیں جھکتا اور اللہ کے سوا کسی اور کو خدا نہیں مانتا، جس کی سوچ اور دل میں اللہ بسا ہوتا ہے وہ برائی سے دور رہتا ہے۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے سامنا ہوا تو اس نے چند روز کی مہلت مانگی تو لوگوں نے اُس پر لعنت ملامت شروع کر دی۔ اس کے وزیر نے کہا: "بادشاہ! آپ نے اتنی مدّت خدائی کی، اب اگر دوسرے کی بندگی اختیار کرے گا تو تجھے کتنی شرمندگی اور رسوائی ملے گی اور پھر تیری رعایا تجھ سے بدظن ہو جائے گی۔" آخر اس نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ "اے ابراہیم! میں تیرے رب کی رضا کے لیے کئی ہزار گائے، بکریوں اور اونٹوں کی قربانی تو دے سکتا ہوں، لیکن اسے اپنا خدا نہیں مانوں گا۔" حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس موقعے پر فرمایا: "ایمان کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں قربانیاں قبول نہیں ہوتیں۔ یاد رکھ! تیرے واسطے پھر بھی دوزخ ہی ہو گی، کیوں کہ خدا نے تجھے بہت نوازا تھا، اتنی بڑی بادشاہت تجھے دی اور مجھے تیری ہدایت کے لیے بھیجا تو نے مجھے آگ میں پھینکا تو میرے رب نے اس آگ سے بچا کر تجھے دکھایا، پھر بھی تو کفر سے باز نہ آیا تو تجھے غارت کرنے کے لیے اس کا ادنیٰ لشکر بھی کافی ہے۔" بادشاہ نمرود نے قہقہہ لگایا اور کہا: "دنیا میں میرے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں ہو سکتا اور میری بارگاہ کے علاوہ کوئی بارگاہ نہیں! اگر آسمان کے بادشاہ کی فوج ہے تو کہو مجھ پر اپنی فوج بھیج کر میری حشمت اور بڑائی کا تماشہ کر لے، ہم بھی دیکھیں گے وہ کیسی فوج ہو گی۔" مچھروں نے آدمی، جانور سب کو ختم کر دیا۔ ہر طرف خالی ہڈیوں کے ڈھانچے رہ گئے اور نمرود نے جب یہ تماشا دیکھا تو بھاگ کر اپنے محل میں بیوی کے پیچھے جا بیٹھا۔ اتنے میں ایک لنگڑا مچھر آیا تو نمرود نے اپنی بیوی سے کہا: "مجھے بچا لو، یہ بڑا خطرناک جانور ہے، جس نے پورے فوج کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔" یہ پھر اس کے کان میں گھس گیا اور مرتے دَم تک نہ نکلا۔ نمرود کے سر میں درد ہوتا تو وہ اپنا سر کبھی فرش پر پیٹتا، کبھی دیوار پر ٹکریں مارتا۔ دربار میں جاتا تو ہر شخص سے سر پر جوتا مرواتا۔ کسی حکیم، طبیب کے پاس اس کا علاج نہ تھا، وہ بڑے سے بڑا انعام دینا چاہتا تھا، لیکن سب اس کا علاج کرنے سے قاصر تھے۔ لنگڑے مچھر نے اس کا مغز کھانا شروع کر دیا۔ وہ پاگل ہونے لگا، جس دربار میں اسے لوگ سجدہ کرتے تھے، چالیس دن تک اس کے سر پر جوتا مارتے رہے۔ مچھر اس کے دماغ کو چاٹتا رہا، نمرود ہتھوڑوں سے سر کو مارتا اور پتھر سے سر پھوڑتا۔ اتنی اذیت کے بعد نمرود آخر جہنم رسید ہوا۔ پیارے بچو! یہ سبق آموز واقعہ ہمیں سبق دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیے، اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے اور ہر لمحے اللہ سے عافیت مانگنی چاہیے۔

مشکل الفاظ	معنی	مشکل الفاظ	معنی
بندگی	عبادت	رعایا	عوام
بدظن	باغی (بے زار)	حشمت	عظمت
اذیت	تکلیف		

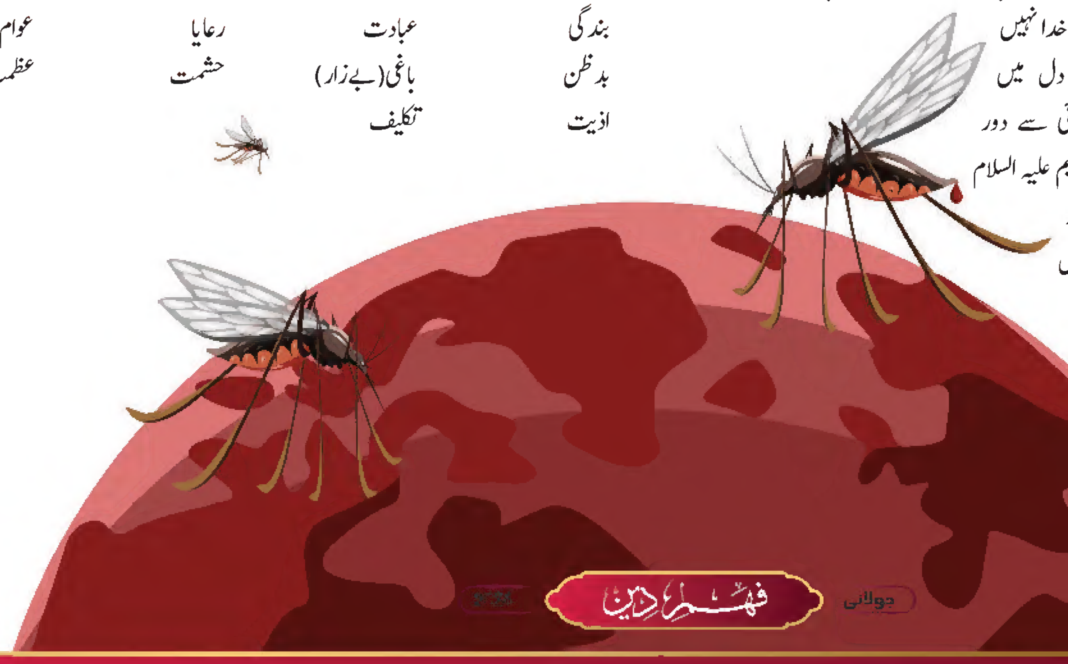

احساس

ملائکہ سلیمان

"اب آ جاؤ، ہمیں دیر ہو رہی ہے، ہم پہلے ہی پانچ منٹ لیٹ ہو چکے ہیں۔" عالیان نے اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور فہیم کو پکارنے لگا، جو پچھلے دس منٹ سے باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"دو منٹ میں آیا۔" فہیم نے عالیان کو آواز لگائی اور اپنا بیگ کندھے پہ لٹکائے فوراً طاہرہ بیگم سے اپنا لنچ باکس لے کر باہر کی جانب دوڑا۔ دونوں دوست اپنے قدم تیز کرتے ہوئے اسکول کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

آج ان دونوں کی ٹھیک ٹھاک کلاس لگنے والی تھی، کیوں کہ کل دونوں کو اکثر لیٹ ہو جانے پر لاسٹ وارننگ دی گئی تھی، مگر ہر روز کی طرح آج بھی عالیان، فہیم کی وجہ سے لیٹ ہو گیا تھا۔

عالیان اور فہیم ایک ساتھ محلے میں رہتے تھے۔ دونوں کا گھر آمنے سامنے تھا۔ اسکول بھی ایک تھا۔ اس طرح ان دونوں کی دوستی بھی خوب تھی۔

عالیان اور فہیم ساتھ ساتھ اسکول جاتے، کھیلتے اور پڑھا کرتے۔ اگلے ماہ سے دونوں کے امتحانات شروع ہونے والے تھے۔ شام کے وقت دونوں دوست پڑھائی کرنے میں مصروف تھے کہ انھیں گاڑی کے ہارن کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ دونوں اُٹھ کر چھت سے نیچے گلی میں جھانکنے لگے، جہاں ایک خوب صورت خاتون اور چودہ، پندرہ سالہ لڑکا گاڑی سے اترتے دکھائی دے رہے تھے، کچھ ہی دیر میں ایک بزرگ انکل بھی اترے۔

"ہمارے محلے میں یہ کون لوگ آئے ہیں؟" فہیم نے اپنی شہادت کی انگلی تھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے عالیان سے دریافت کیا۔

"مجھے کیا معلوم؟ میں بھی تمہارے ساتھ یہاں کھڑا ہوں۔" فہیم کے استفسار کرنے پر عالیان نے اُسے گھور کر دیکھا تھا۔

"چلو! نیچے جا کر معلوم کرتے ہیں۔" فہیم اتنا کہہ کر نیچے جانے لگا تھا کہ عالیان کی بات سُن کر رک گیا۔

"نیچے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دیکھو! تمہارے برابر والے گھر میں وہ لوگ شفٹ ہو رہے ہیں۔" عالیان وہیں پر نظریں جمائے بول رہا تھا، جہاں اُن لوگوں کا سامان فہیم کے برابر والے خالی گھر میں شفٹ ہو رہا تھا۔

"اوہ اچھا! چلو پھر نئے کرایہ دار سے مل کر آتے ہیں، کیا خیال ہے؟" فہیم نے جھک کر عالیان سے پوچھا۔

"بہت عمدہ خیال ہے، مگر اُن سے ہم بعد میں ملنے جائیں گے، ابھی پڑھائی کرتے ہیں۔" عالیان نے فہیم کو پڑھائی کرنے کی تاکید کی اور خود بھی اپنی پڑھائی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!"

"وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!" فہیم نے اس لڑکے کو سلام کیا، جس کا جواب اس نے خوش دلی سے دیا تھا۔

"میرا نام فہیم ہے اور تمہارا؟"

"میرا نام اسفند ہے۔" مسکراہٹ سجائے کہا گیا تھا۔

"نائس یور نیم۔"

"تھینکس آلاٹ۔" اسفند نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

ابھی دونوں ایک دوسرے کو اپنا تعارف کرا رہے تھے کہ عالیان ان کی جانب چلا آیا۔

عالیان بھی اسفند سے خوش اخلاقی سے ملا تھا۔

"کل ہم شام کو قریبی پارک میں کرکٹ یا فٹ بال کھیلنے جائیں گے۔ تم چاہو تو ہمارے ساتھ کھیلنے آ سکتے ہو۔" فہیم اور عالیان نے اسفند کو پارک کا راستہ بتایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

اسفند شام کے وقت پارک پہنچ گیا تھا۔ فاصلے پر فہیم اور عالیان اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دونوں نے اسفند کو کھیل میں شامل کر لیا۔ کافی دیر تک کھیل زور و شور سے جاری رہا۔ کھیلتے ہوئے معلوم نہیں ہوا کہ کب رات نے اپنے پر پھیلا لیے۔ سارے دوست اپنے گھر کے راستے چل پڑے تھے۔ اگلی صبح اسکول جاتے ہوئے فہیم کا موڈ بہت اچھا تھا۔

عالیان نے اُس کی وجہ پوچھی، جس پر فہیم نے کہا کہ "کل شام کو اسفند کے ساتھ کھیل کر بہت مزہ آیا تھا۔ اُس نے ہم سب کو علی بابا کے ہاتھ کے بنائے ہوئے چھولے کھلائے اور آئس کریم بھی دلائی تھی۔"

"سچ میں مزہ دوبالا ہو گیا تھا۔" عالیان نے انبساط سے کہا۔

فہیم کل کا دن یاد کرتا ہوا اسفند کی تعریف میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں اسکول بھی آ گیا۔ وہ دونوں جیسے ہی اندر داخل ہوئے انھیں اسفند نظر آیا۔ فہیم خوشی سے سرشار ہوتا اُس کے پاس گیا۔ عالیان یہ خوبی سمجھ گیا تھا کہ اسفند کا داخلہ اُن کے اسکول میں ہوا ہے۔ تبھی وہ اس یونیفارم میں ملبوس کھڑا فہیم سے باتیں کر رہا ہے۔ عالیان ان تک پہنچا تو معلوم ہوا کہ اسفند اور ان کی کلاس بھی ایک ہے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، اسفند اور فہیم کی دوستی گہری ہو رہی تھی۔

عالیان کو محسوس ہو رہا تھا کہ اسفند سے دوستی ہو جانے کے بعد فہیم اُسے نظر انداز کر رہا ہے۔

عالیان نے فہیم سے بات کرنے کی کوشش بھی کی، مگر فہیم نے عالیان کو اپنے کام سے کام رکھنے کا کہہ کر بات شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دی۔ عالیان نے اس دن کے بعد فہیم سے کوئی بات نہ کی اور اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ آسمان پر نیلے بادل چاروں اطراف چھائے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوائیں محوِ رقصاں تھیں۔ خوش گوار موسم میں چرند پرند اُڑتے پھرتے پُر مسرّت نظر آ رہے تھے۔

فہیم اور اسفند اتوار کے دن گراؤنڈ میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ کرکٹ کھیلنے کے دوران فہیم کو بری طرح سر پہ چوٹ لگ گئی۔ سر پہ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ بہ مشکل کھڑا ہو پایا تھا۔ اس کے باوجود اسفند نے فہیم کی کوئی مدد نہیں کی اور وہاں سے چلا گیا۔

فہیم کو اس موقع پر شدّت سے عالیان کی یاد آئی، جو ذرا سی چوٹ پر بھائیوں کی طرح بھاگا چلا آتا تھا۔ اس کا اپنے سے بڑھ کر خیال رکھتا تھا۔ فہیم کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ مخلص دوست وہ نہیں ہوتے، جو مشکل گھڑی میں ساتھ چھوڑ جائیں، بلکہ سچے دوست وہ ہوتے ہیں، جو دشواریوں میں ڈٹ کر دوست کے ہم راہ کھڑے رہیں۔ عالیان ایسا ہی سچا اور اچھا دوست تھا۔

فہیم نے عالیان سے اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ عالیان نے کھلے دل سے فہیم کو معاف کر دیا اور پُر نم آنکھوں سے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

اِزالہ

قانتہ رابعہ

عثمان کے بابا نہیں تھے، اسے یہی بتایا گیا کہ وہ صرف چھ سات ماہ کا تھا جب وہ اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ اس کی بہنا اس سے صرف دو سال بڑی تھیں جو پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئی تھیں۔

اس نے اپنے ابو کی تصویریں بھی دیکھی تھیں، وہ شکل سے بالکل بیمار نہیں لگ رہے تھے، حالاں کہ امی بتاتی ہیں کہ انھیں بخار ہوا تو جو بہت علاج معالجے کے باوجود نہیں اتر سکا اور وہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلے گئے۔

عثمان کی امی بتاتی ہیں کہ ان کے ابو کسی کی دکان پر ملازم تھے، جب وہی نہ رہے تو ملازمت بھی ساتھ ہی چھوٹ گئی اور سرکاری نوکری تو تھی نہیں کہ کوئی اکٹھی بڑی رقم ملتی۔

ایک دو مرتبہ عثمان کی نانی اماں ملنے آئیں۔ عثمان کی نانی اماں اور ماموں بس کبھی کبھار ہی ملنے آتے تھے۔ اس کا بہت دل چاہتا ہے کہ وہ ماموں کے گھر جائے، ان کے بچوں کے ساتھ کھیلے، کہانیاں پڑھے، لیکن امی بتاتی ہیں کہ ان کا گھر بہت چھوٹا ہے، اس لیے ہم ان کے گھر نہیں جا سکتے، یہ بتاتے ہوئے وہ پانی ضرور پیتی تھیں۔

عثمان کی امی اکثر بتاتیں کہ عثمان کی پھوپھو اور تایا ابو بھی ہیں، وہ بہت پیسے والے لوگ ہیں، عثمان کا دل بہت چاہتا کہ وہ ان سے ملے ان کے گھر جائے، لیکن اس کی امی کہتی ہیں وہ یہاں نہیں رہتے۔ عثمان کے تایا سعودی عرب میں ہوتے ہیں، اس کی تائی بیمار رہتی ہیں اور وہ بچوں کے شور سے گھبراتی ہیں۔

یہ سب سن کر عثمان کا دل بہت اُداس ہوا کہ وہ ساری زندگی کسی کو بھی اپنا بھائی، تایا، یا ماموں نہیں کہہ سکے گا، کوئی ایسا نہیں جن کے پاس جا کر وہ چھٹیاں گزار سکیں، اس کا ننھا سا دل بری طرح ٹوٹ گیا۔

کیا اللہ جی اسے بھائی بہن نہیں دے سکتے تھے یا اس کے ابو بھی فوت نہ ہوتے یا اگر دنیا سے جانا ہی تھا تو وہ لوگ اتنے غریب نہ ہوتے۔

صبح سے شام تک امی لوگوں کے کپڑے سیتی ہیں، سارا دن مشین پر جھکنے کی وجہ سے جب کھڑی ہوتی ہیں تو ہائے اللہ کہہ کر ایک دم بیٹھ جاتی ہیں۔

ان کا چھوٹا سا کمرہ جس میں بس ایک چارپائی میز کرسی بچھی ہے اور کمرے کے باہر چھوٹا سا غسل خانہ جہاں نہانے کے علاوہ امی بیٹھ کر کپڑے دھوتی ہیں، کمرے کے دروازے کے قریب سے مالک مکان کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، سیڑھیوں کے نیچے چولھا پیڑھی اور ایک واٹر کولر۔۔۔ بس اور کچھ بھی نہیں!

گلی میں بچے کھیلتے اُچھل کود کرتے، قریبی پارک میں جھولے لیتے، پاپ کارن کھاتے اور اسی طرح ہنستے کھیلتے واپس آجاتے۔

عثمان دن بدن ان تمام سرگرمیوں سے دور ہو رہا تھا۔ اسکول سے بھی بیگ کھولے بغیر ہی واپس آجاتا، بہت باتونی تو پہلے بھی نہیں تھا، لیکن اب تو بالکل ہی خاموش رہنے لگا تھا۔

بقر عید سر پر تھی۔ امی کو سوٹ سلائی کرنا تھے، جب وہ فارغ ہو کر کپڑوں کی سلائی کا ارادہ کرتیں بجلی غائب ہو جاتی، مقررہ وقت پر خواتین کپڑے لینے آتیں تو کپڑے اَن سلے ہوتے یا کسی کی قمیص سل گئی ہے تو شلوار باقی، شلوار سل چکی ہے تو قمیص نہیں سلی۔۔۔

عورتیں آتی اسے وعدہ خلاف، جھوٹی اور پتا نہیں کیا کیا بول کر دھمکی دے کر جاتیں کہ اگر کپڑے کل شام تک نہ ملے تو آئندہ تمہیں کوئی کپڑے سینے کے لیے نہیں دے گا۔

عثمان کا دل چاہ رہا تھا ان عورتوں کا منہ توڑ دے، کتنی منہ پھٹ اور بدتمیز عورتیں ہیں، ان کو نہیں معلوم کہ سارا سارا دن بجلی غائب رہتی ہے؟ رات میں جتنا کام کیا جا سکتا ہے، وہ بغیر کہے کر رہی ہیں، پھر دھمکی کا کیا مطلب؟

یہ پہلا موقع تھا جب ان عورتوں کے جاتے ہی عثمان نے کہا: ”کوئی ضرورت نہیں ہے ان کے کپڑے سینے کی، دوگنا قیمت دے کر جہاں سے چاہیں سلوائیں، آپ نے آئندہ نہیں سینے ان کے کپڑے۔“

”تو پھر کیا کروں گی، کہاں سے خرچے پورے ہوں گے؟“ عثمان کی امی سلطانہ کوثر بھی بہت پریشان تھیں، لیکن بیٹے کو پریشان بھی نہیں دیکھا جا رہا تھا۔ ”ایک بات تو بتائیں؟“ عثمان نے ماں کو مخاطب کیا۔

”کیا اللہ کو ہم ہی ملے تھے غریب پیدا کرنے کے لیے۔۔۔ آپ کے شوہر اور میرے باپ کو لے کر جانے، رشتہ داروں کے ظلم برداشت کرنے کے لیے۔۔۔؟؟ میں اب اتنا چھوٹا نہیں رہا، میں نے معلوم کر لیا ہے جس مکان میں تایا ابو رہتے ہیں، اس میں میرے ابو کا بھی حصہ تھا، لیکن تائی اماں کو یتیم کے حق کھانے کا بہت شوق ہے، مجھے میرے دوست نے بتایا ہے وہ مکان چھوٹا نہیں ہے، بہت اچھا کھلا خوب صورت مکان ہے، جس میں بٹوارے سے تائی اور ان کے بچوں کو ڈر لگتا ہے۔ لوگ عید کی تیاریوں میں مصروف ہیں اور ہمارے پاس دال پکانے کے پیسے بھی نہیں۔۔۔ چھوٹا سا یو پی ایس تک نہیں لے سکتے، ہونہہ!!“ عثمان نے سارا غصہ لمبی ہونہہ پر نکالا۔

”بری بات، ایسے نہیں کہتے، تمہیں کیا معلوم ہمارے لیے کیا چیز بہتر ہے کیا بری ہے، اسے تو سب معلوم ہے جو وہ کرتا ہے بہتر ہوتا ہے۔“ عثمان کی ماں سلطانہ کوثر نے بیٹے کو ٹوکتے ہوئے بات جاری رکھی۔

”اگر دو سال کا بچہ تم سے چھری یا تیز چاقو مانگے تو کیا تم اسے پکڑا دو گے؟“ عثمان کا سر انکار میں ہلتا دیکھ کر اس نے کہا۔

”نہیں نا! کیوں کہ بچہ تو بے سمجھ ہے، وہ اپنا نقصان نہ کر لے، اسی طرح جو حالات جو چیزیں ہمارے لیے بہتر نہیں ہوتیں وہ مالک ہم سے خود ہی دور کر دیتا ہے۔ ہم اس چیز کے چھننے یا نہ ملنے کا افسوس کر رہے ہوتے ہیں، حالاں کہ ہمیں تو شکر ادا کرنا چاہیے۔“ پیار سے عثمان کو سمجھاتے ہوئے انھوں نے اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

”آپ کا مطلب ہے کہ کرائے کے چھوٹے سے ایک کمرے میں جسے کھڈا یا مرغیوں کا ڈربہ کہنا بہتر ہو گا، میں قیدیوں کی طرح رہنے پر شکر ادا کروں؟“

میں نے اپنے باپ کی شکل نہیں دیکھی، میں اس پر بھی شکرادا کروں؟ میرا کوئی دوست نہیں، بھائی نہیں میں کسی سے دوستی کو ترستا ہوں، عورتیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے آپ کپڑے مکمل نہیں کر سکیں، آپ کی بے عزتی کر کے چلی گئیں، میں اس پر بھی شکرادا کروں؟" عثمان نے بلند آواز سے بولتے ہوئے دل کی بھڑاس نکالی۔ "بجلی آچکی تھی۔ کپڑوں کی سلائی کا بھی ڈھیروں کام باقی تھا، لیکن سلطانہ کوثر نے سب سے پہلے بیٹے کو سمجھانا زیادہ مناسب سمجھا اور بولیں:

"نہ کوئی ہمیشہ غریب رہتا نہ ہمیشہ امیر! انسان اللہ سے مدد مانگے، اس پر بھروسہ رکھے اور محنت سے جی نہ چرائے تو حالات ضرور بدلتے ہیں، بالفرض نہ بھی بدلیں تو آخرت میں تو کام یابی ہی ملے گی، ان شاء اللہ! کیوں کہ میرے رب نے ایک آیت میں دو دو مرتبہ یقین دلایا ہے کہ تنگی کے ساتھ ضرور آسانی ہوتی ہے۔"

ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔ان کی بات ادھوری رہ گئی، دروازے پر کسی نے زور سے دستک دی۔

"لو جی! اب آدھی رات میں آپ کی گاہک آگئیں ذلیل کرنے۔" بڑبڑاتے ہوئے عثمان نے دروازہ کھولا۔ ایک بزرگ کسی بچے کے ساتھ کھڑے تھے۔

"جی فرمایئے!" عثمان نے اکھڑ پنے سے کہا اور ساتھ ہی بولا۔

"سارا دن بجلی بند رہی ہے، کپڑے نہیں سل سکے، اس سے پہلے کہ دھپ سے وہ دروازہ بند کرتا بزرگ گھر کے اندر داخل ہونے کے لیے آگے بڑھے۔ اس کی غصیلی رگیں تن گئیں۔

"آپ کون ہیں؟ اندر میری امی ہیں۔" وہ چیخ کر بولا۔

"صبر ذرا میرے شہزادے!" وہ اسے گلے سے لگائے رونے لگے اور اندر داخل ہوتے ہوئے بولے: "میں تیرا تایا ہوں پتر! اتنا غصہ نہ کر، اندر تو جانے دے۔ یہ دیکھ تو، یہ میرے ساتھ کون آیا ہے؟" بزرگ نے تین ساڑھے تین سال کے بچے کی طرف اشارہ کیا۔

"تو اس کا چاچا ہے پتر! سگا چاچا!" امی وضو کر کے کمرے میں آئیں اور ٹھٹھک کر بولیں۔

"السلام علیکم شجاعت بھائی جان! کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام کا کی! یہاں باتیں کرنے کا تو وقت نہیں اور جگہ بھی نہیں، بس سامان باندھیں اور میرے ساتھ چلنے کی تیاری کریں۔" ان کے چہرے پر سکون اور اطمینان دیکھ کر وہ حیرت سے بولیں: "کہاں بھائی جان! اور کیوں؟"

"میں تو سات سال کے بعد واپس آیا ہوں سعودی عرب سے، پتر شوکت کو بھی اللہ نے اپنے گھر میں ملازمت دی ہے، گھر بار پہلے ہی لیا ہوا تھا ہم سب اگلے ہفتے روانہ ہو رہے ہیں، مجھے پتا چلا ہے کہ بڑی زیادتی ہوئی آپ کے ساتھ، بہت تکلیف برداشت کرنا پڑی، اس کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے کہ آپ اس گھر میں آئیں، وہ گھر اب آپ کا ہے۔ اس میں سارا فرنیچر ساز و سامان سب آپ کا ہے۔ اس کا کے کی سات آٹھ ہزار والی ریموٹ والی گاڑی، کھلونے، اے سی، فریج سب ہم آپ کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ ہم اگر زندگی رہی تو جب بھی پاکستان آئے، مہمانوں کی طرح آپ کے پاس ہی آیا کریں گے، مجھے اُمید ہے آپ ہمیں معاف کر دیں گی۔ بس غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں اور چھوٹے اسلم کی موٹر سائیکل بھی بالکل نئی ہے، یہ اپنا کا کا جوان ہو گا تو چلانا سیکھ لے گا۔" تایا جان بولے جا رہے تھے، ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہے تھے اور عثمان ہکا بکا بس یہی سوچے جا رہا تھا، ابھی امی نے بتایا تھا اللہ کا وعدہ ہے ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے، لیکن اتنی آسانیاں۔۔۔! اتنی آسانیاں کہ گنی بھی نہ جا سکیں۔ عثمان اور اس کی امی دونوں بے یقینی کی سی کیفیت میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

دونوں کے چہرے پر شکر اور شکر کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مسکراہٹ تایا ابو کو بھی دکھائی دے رہی تھی۔

پیاسے پرندے

بشریٰ محمد رفیق

گرمیوں کے دن تھے۔ خوب گرمی برس رہی تھی۔ سورج نے اپنی پوری آنکھیں کھولی ہوئی تھی۔ ہر شخص کے ہاتھ میں پنکھی تھی۔ گرمی تو کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اور آج تو کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی کہ ہر شخص جل بھن کر کباب ہو رہا تھا۔ فاطمہ بیگم اپنی چارپائیوں کو کمرے سے باہر نکالنے لگی، بجلی بھی جا چکی تھی۔

"روغینہ بیٹا! ٹھنڈا پانی تو پلاؤ۔" فاطمہ بیگم نے کہا تو روغینہ اپنی دوست مریم کے گھر برف لینے چلی گئی۔ روغینہ بہت رحم دل بچی تھی۔ وہ انسانوں جانوروں اور پرندوں کا بہت ہی خیال رکھتی تھی، کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہو، اس بات کا خاص خیال رکھتی۔

ایک دن روغینہ نے امی سے کہا: "امی جی! ابو کو کہیئے نا وہ سولر والا پنکھا لگوا دیں۔"

امی بولیں: نہیں روغینہ بیٹا! آپ کو تو معلوم ہی ہے، آپ کے ابو مزدور ہیں اور آپ کے ابو کے استاد پیسے بھی پورے نہیں دیتے اور بیٹا آپ کے ابو کی مزدوری صرف ہزار اور کبھی پانچ سو! ان پیسوں میں تو گھر کا خرچہ بہت مشکل سے پورا ہوتا ہے۔

"پیاری امی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اور امی وقت بدلتا ہے اور حالات بھی۔ اللہ کا شکر ہے اللہ نے الحمد للہ ہمیں ہر چیز سے نوازا ہے۔" روغینہ نے امی کو تسلی دی۔

روغینہ روز مٹی کے بڑے برتن میں پانی ڈالتی تھی۔ پرندے اس برتن سے پانی پیتے اور دعائیں بھی دیتے، لیکن دو دن سے روغینہ یہ بات بھول گئی، روغینہ چھت پر کپڑے ڈالنے گئی تو اس نے دیکھا کہ مٹی کا وہ برتن خشک پڑا ہوا ہے۔

روغینہ نے سوچا میں یہ کیسے کر سکتی ہوں، اسے اپنی بھول پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔

مارے افسوس کہ بولی: "ہم تو ایک دن میں کئی بار پانی پیتے ہیں اور پرندوں کے لیے پانی رکھنا بھول جاتے ہیں۔" روغینہ نے اللہ سے توبہ کی اور کہا: اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے، میرے اللہ! میں یہ غلطی دوبارہ نہیں کروں گی، ان شاء اللہ! مجھے معاف کر دے۔ وہ بار بار اپنی غفلت پر یہ جملہ دہرا رہی تھی اور نماز میں دعا کر رہی تھی۔

اس دن کے بعد روغینہ وہ برتن روزانہ ایک بار صاف کرتی اور اہتمام سے اس میں پانی ڈالتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی۔

بچوں کے فن پارے

ابراہیم نعمان، 7 سال اوکاڑا

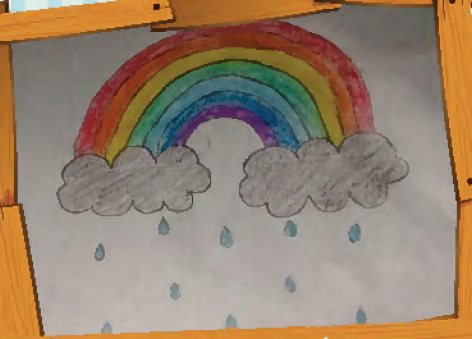
خدیجہ نواز 11 سال حافظ آباد

طوبیٰ شاہد ڈیرہ اسماعیل خان

صالحہ رئیس 12 سال راولپنڈی

محمد بن رفیق میر پور خاص

عریشہ رفیق 8سال گجرات

مناہل فاطمہ میر پور خاص

محمد ہادی 12 سال کراچی

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ واہ کینٹ سے **اریج فاطمہ** کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

پیارے بچو!!!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف موسم عطا کیے ہیں۔ ہر موسم سے لطف اندوز ہونے اور بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں اس موسم کے تقاضوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔

آج کل موسم گرما ہے، زیادہ گرم علاقوں میں اسکولوں میں چھٹیاں دی جاتی ہیں تاکہ طلبہ وطالبات جھلسا دینے والی گرمی سے محفوظ رہیں۔ اس موسم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پانی زیادہ پئیں۔ لیموں پانی اور لسی کا استعمال کریں۔ گڑ اور ستو کا شربت پیا کریں، تازہ پھل اور سبزیاں کھائیں۔ زیادہ مرچ مسالے اور اچار وغیرہ کا استعمال نہ کریں۔ کھانے پینے کی چیزیں دیکھ بھال کر استعمال کریں۔۔

ڈھیلے ڈھالے، نرم اور ہلکے رنگوں کے کپڑے پہنیں۔ گھر سے باہر نکلیں تو سر ڈھانپ کر نکلیں۔ دھوپ میں ورزش یا جسمانی مشقت والے کھیل نہ کھیلیں۔

اپنے گھر کے بزرگوں اور چھوٹے بہن، بھائیوں کا خیال رکھیں۔ گھر میں موجود پودوں کو صبح شام پانی دیں۔ چھت پر یا باغیچے میں پرندوں کے لیے پانی کا بندوبست کریں۔

موسم کوئی بھی ہو اپنے پیارے رب کو یاد کرتے، اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین

ماہنامہ فہم دین جولائی 2024ء کے سوالات

سوال 1: متحدہ عرب امارات کی عوامی زندگی میں کس چیز سے تیزی سے استفادہ کیا جارہا ہے؟

سوال 2: شنا کون سی جماعت کی طالبہ تھی؟

سوال 3: ریحان کس نام سے مشہور تھا؟

سوال 4: مشک وعنبر کے معنی کیا ہیں؟

سوال 5: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

جون 2024ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر اسلام آباد سے سدیم صفی طارق کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

جون 2024ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1:. سات بیٹے اور سات بیٹیاں

جواب 2: ثابت قدمی

جواب 3:. طاعون

جواب 4: زیادہ کھانا نہ کھانے اور لالچ نہ کرنے کا عہد کیا

جواب 5: یورپ اور ایشیا کو جدا کرنے والا پہاڑی سلسلہ

سنیے!!!!

یہ سوالات جون 2024 کے شمارے سے لیے گئے۔ جوابات کی آخری تاریخ 15 جولائی 2024ء ہے

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

ارسلان اللہ خان

مرادِ مصطفیٰ، فاروقِ اعظم
ہمارے رہنما، فاروقِ اعظم

خدا کو بھی، نبی کو بھی پسند ہے
تمہارا فیصلہ، فاروقِ اعظم

ہے بے شک سب سے اعلیٰ بعدِ صدیق
تمہارا مرتبہ، فاروقِ اعظم

نبی ءِ پاک نے مانا کئی بار
تمہارا مشورہ، فاروقِ اعظم

ہے توریت اور ہے انجیل میں بھی
تمہارا تذکرہ، فاروقِ اعظم

شعور، حکمت، مروت، عدل وانصاف
شجاعت کی ضیا، فاروقِ اعظم

نبی سے عشق کرنا ہی تھا بے شک
تمہارا فلسفہ، فاروقِ اعظم

محمد مصطفیٰ کی جو رِضا ہے
تمہاری ہے رِضا، فاروقِ اعظم

وہی ہیں ارسلاں دوئم خلیفہ
امامِ باصفا، فاروقِ اعظم

روشنی کے منارے

خرم فاروق ضیا

روشنی کے منارے حسین و عمر
کملی والے کے پیارے حسین و عمر

اک نواسہ نبی کا ہے اور اک سسر
گوشہ ءِ قلب ہے ایک اور اک پدر

خاندانِ نبوت فلک ہے اگر
اس فلک کے ستارے حسین و عمر

سامنے اہلِ باطل کے یوں ڈٹ گئے
دینِ حق کی بقا کے لیے کٹ گئے

تربیتِ مصطفیٰ کو خدا سے ملی
مصطفیٰ نے سنوارے حسین و عمر

علم و دانش کے پیکر سراپا وفا
سارے عالم میں پھیلی ہے ان کی ضیا

دین جن کی وساطت سے ہم کو ملا
وہ ہیں محسن ہمارے حسین و عمر

اہلِ حق کے لیے ہیں سبھی معتبر
وہ حسین ابنِ حیدر رہوں یا ہوں عمر

لکھ رہا ہے ضیا اپنے اشعار میں
رب کے پیارے ہیں سارے حسین وعمر

بارگاہِ رسالت میں عرض

ساجدہ بتول

کس کو سناؤں درد کا قصہ مرے حضور
ہے کون آپ کے سوا میرا مرے حضور

دامن بھی میرا کٹ گیا دل بھی ہے لُٹ گیا
دنیا بھی لُٹی دیں بھی ہے لٹا مرے حضور

سب پھونک دیا شوق کی خاطر ہی راہ میں
حج کا سفر نہیں مجھے ملا مرے حضور

مجھ کو ہی مفلسی کے سبھی سانپ ڈس گئے
مجھ کو ہی بے بسی نے ہے گھیرا مرے حضور

مجھ کو ہی مقدر نے کہا دور ہٹ رہو
مجھ تک ہی بلاوا نہیں آیا مرے حضور

مجھ کو ہی تشنگی بھی ملی پیاس بھی رہی
مجھ سے ہی جامِ وصل کا ٹوٹا مرے حضور

مجھ کو ہی دور رکھ دیا قسمت نے ہر گھڑی
مجھ کو ہی مقدر نے ہے مارا مرے حضور

میری ہی جیب ہر برس خالی ہی بس رہی
مجھ پر تو حج حرام ہی رہا مرے حضور

مجھ کو ہی شوق کے صلے میں ملیں حسرتیں
میرے ہی غم کا ہے نہ مداوا مرے حضور

میرے ہی لیے دوری و تنہائی رہ گئی
میرے ہی لیے ہجر تو بنا مرے حضور

بجز آپ کے نہ کوئی رہا جس سے غم کہوں
میرا ہی بے قیمت یہ درد تھا مرے حضور

میرا کوئی ایسا نہ تھا درماں ہی جو کرے
میرا ہی تو کوئی نہ تھا اپنا مرے حضور

یہ غم ہے بس بتول کا ہے آپ کے لیے
بجز آپ کے کوئی نہ سن سکا مرے حضور

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبد الرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

تو ہے سب کا پالن ہار | تجھ سے روشن سب گھر بار
پھول کھلائے باغوں میں | پیڑ اُگائے باغوں میں
سورج چاند چمکتے ہیں | تارے خوب دمکتے ہیں
کھیتوں میں ہریالی ہے | روشن بالی بالی ہے
تیری شان و قدرت سے ہیں | جلوے ہر شے میں نئے
رنگ و مزہ ہر اک کا جدا | یہ بھید کوئی کیا سمجھے گا
انساں کو دی عقل و تمیز | اور بھی دی ہر اچھی چیز
ہم بھی سلیم اس رب سے ڈریں | کام اس کی مرضی کے کریں

سلیم فاروقی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

پیارے محمد ﷺ | مسکراتا چہرہ، تروتازہ ہر دم
بہادری کا پیکر، عالی ہمت | ملنسار اتنے، ہر اک کے ہمدم
بہت تھی انھیں اپنے رب سے محبت | پھیلایا اس کا پیغامِ الفت
ہمیشہ اٹھائی انھوں نے مشقت | ہاری نہ لیکن کسی پل بھی ہمت
نفرت کے بدلے سکھائی محبت | کرتے رہے وہ سب ہی پر شفقت
ہمارے لیے تھی یہ سب ان کی محنت | پیاری تھی ان کو بہت اپنی امت
کرتے تھے ہم سے بہت وہ محبت | اٹھائی ہماری ہی خاطر مشقت
کیا اپنے رب کا پیغام عام | پھیلایا جگ میں دینِ اسلام
رکھنا باقی اس کا اب نام | ہمارا ہے کام اب ہمارا ہے کام

سلیم فاروقی

شوق کی تلاش شوق کی تلاش

کوئی نہیں چاہے گا کہ اس کی توانائیاں ضایع ہو جائیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ ناکام ہو جائے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس کی زندگی بے مقصد ہو اور کوئی نہیں چاہتا کہ اسے کامیابی نہ ملے۔ ہر شخص ناکامی سے بچنے کے لیے غور و فکر کرتا ہے اور یہی غور و فکر اسے سنجیدگی کی طرف لے کر جاتا ہے۔ سنجیدگی کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ آدمی یہ دریافت کر لے کہ مجھے اپنی زندگی میں کس طرف جانا ہے، میرے لیے ہدایت کہاں پر ہے؟ اگر یہ احساسات نہ ہوں تو درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی نشانی ہے۔ وہ لوگ جنہیں خیال نہیں آتا، جو سوچ نہیں سکتے، ایسے لوگ صرف قبرستان میں پائے جاتے ہیں کہ زندہ انسان ہمیشہ اپنے آپ میں بہتری لانا چاہتا ہے، وہ اپنے کل کو آج سے بہتر بنانا چاہتا ہے۔

(اپنی تلاش، قاسم علی شاہ، ص: 42)

درود شریف کی خوش بو

بہت سے اکابر کے واقعات ہیں کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے تو ان کے بدن سے خوش بو آتی تھی۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مولانا فیض الحسن سہارنپوری شبِ جمعہ کو سوتے نہیں تھے، بلکہ ساری رات درود شریف پڑھتے رہتے تھے، ان کی وفات کے بعد ان کے کمرے سے خوش بو آتی تھی تو میں انکار نہیں کرتا کہ تم میں محبت نہیں، محبت ہے، لیکن دبی ہوئی ہے، میری گزارش یہ ہے کہ خدا کے لیے خواہشات کی راکھ میں سے اس محبت کو نکالو اور ذرا اس کو پھونک لگاؤ، ہوا دو، محبت کی یہ چنگاری بھڑک اٹھے گی۔ الغرض! محبت کی سب سے بڑی علامت تو یہ ہے کہ اپنی خواہشوں پر محبوب کی رضا کو ترجیح دی جائے۔

(اصلاحی مواعظ، محمد یوسف لدھیانوی، ج: 1، ص: 80)

جنگ میں پاکستان کے مخلص دوستوں کا کردار

1965 کی جنگ میں برادر اسلامی ملک انڈونیشیا نے پاکستان کا ڈٹ کر ساتھ دیا، اس وقت کے انڈونیشیا کے صدر "سوئیکارنو" نے انڈمان و نکوبار کے جزائر کا محاصرہ کروایا اور پاکستان کی مدد کے لیے فوری طور پر دو آبدوزیں اور دو میزائل بردار کشتیاں روانہ کیں، لیکن اس وقت تک پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ بندی ہو چکی تھی۔ جنگ کے دوران پڑوسی ملک ایران نے پاکستان کو مفت تیل فراہم کیا، زخمی فوجیوں کے لیے ادویات بھی فراہم کیں اور پاکستان کو دینے کے لیے جرمنی سے 90 طیارے بھی خریدے، اس کے علاوہ برادر ملک ترکی نے بھی پاکستان کی طبی امداد کے لیے اپنا طبی عملہ بھیجا۔

(اسلامی جمہوریہ پاکستان، مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب، ج: 1، ص: 287)

پیارے رسول ﷺ کی سنہری سیرت

آپ ﷺ کی پردادی سردار ہاشم کی اہلیہ سیدہ سلمیٰ کا تعلق بنو نجار ہی سے تھا۔ اونٹنی بنو نجار کے محلے سے قدرے آگے چلی گئی، مگر پھر مڑ کر واپس آگئی اور جس جگہ آج مسجد نبوی (ﷺ) ہے، وہاں بیٹھ گئی۔

(سنہری سیرت، عبد المالک مجاہد، ص: 171)

اہلِ مدینہ کی بے تابیان

مدینہ طیبہ کا نام پہلے "یثرب" تھا، مگر جس دن نبی اکرم ﷺ اس مبارک شہر میں تشریف لائے، اس دن سے اس کا نام مدینہ الرسول ﷺ پڑ گیا۔ اس کا معنی "رسول اللہ ﷺ کا شہر ہے" جس دن آپ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، یہ دن بلاشبہ ایک تاریخ ساز دن تھا۔ سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جس روز آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے، وہ سب سے زیادہ روشن اور خوشی والا دن تھا۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے جنہیں اب انصار کہا جانے لگا کوئی بہت زیادہ مال دار نہ تھے، مگر ان میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ انہی کے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ ﷺ جس محلے سے گزرتے، وہاں کے لوگ آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے، مگر اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے: خَلُّوا سَبِيْلَهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، اسے جس جگہ ٹھہرنے اور رُکنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ وہیں جا کر رُکے گی۔ بنو نجّار قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ننھیال کا محلّہ تھا۔

حساب جوں کا توں، کنبہ ڈوبا کیوں؟

حساب تو ٹھیک ہے، مگر خاندان دریا میں کیوں ڈوبا؟ کم پڑھنا لکھنا خطرناک ہوتا ہے۔ تعلیم کے ساتھ تجربہ ضروری ہے۔ اس کہاوت کے وجود میں آنے کا سبب ایک لوک کہانی ہے، جو اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

کہانی: ایک منشی جی جو خود کو ماہرِ حساب سمجھتے تھے، اپنے پورے خاندان کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک گہری ندی پڑتی تھی، جب وہ ندی کے کنارے پہنچے تو منشی جی نے ندی کو پار کرنے سے پہلے اس کی گہرائی ناپی اور پھر اپنے خاندان کے ہر فرد کی لمبائی ناپ کر اس کا اوسط نکالا خاندان کے ہر فرد کی لمبائی کا اوسط ندی کی گہرائی سے زیادہ تھا۔ اس لیے وہ اپنے خاندان کے ساتھ ندی کو پار کرنے کے لیے اس میں اتر پڑے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا خاندان ڈوب گیا اور منشی جی بہہ گئے، منشی جی پڑھے لکھے تو تھے بلکہ ماہرِ حساب بھی تھے، مگر صرف حساب لگانے بھر کے، تجربہ سے کورے تھے، وہ اتنے ذہین نہ تھے کہ سوچتے، اس طرح اوسط لگانا یہاں کام نہ دے گا۔

(اردو کہاوتیں، شریف احمد قریشی، ص: 195)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ ہارون الرشید کے زمانے میں پورے عالمِ اسلام کے قاضی القضاۃ تھے۔ ایک بار ان کے پاس خلیفہ ہارون الرشید اور ایک نصرانی کا مقدمہ آیا۔ امام نے فیصلہ نصرانی کے حق میں کیا، اس طرح کے درخشاں واقعات تاریخِ اسلام کے ورق ورق پر بکھرے پڑے ہیں۔ لوگ اس کو "دورِ ملوکیت" کہتے ہیں، وہ کس قدر مبارک "دورِ ملوکیت" تھا کہ ایک طاقت ور بادشاہ اور خلیفہ اپنی رعایا میں سے ایک غیر مسلم کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں فریق بن کر حاضر ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو فرمانے لگے: اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے زمانۂ قضا میں مقدمات کے فیصلے میں کسی بھی فریق کی جانب داری نہیں کی، حتّٰی کہ دل میں کسی ایک فریق کی طرف میلان بھی نہیں ہوا، سوائے نصرانی اور ہارون الرشید کے مقدمے کے کہ اس میں دل کا رجحان اور تمنّا یہ تھی کہ حق ہارون الرشید کے ساتھ ہو اور فیصلہ حق کے مطابق اس کے حق میں ہو، لیکن فیصلہ دلائل سننے کے بعد ہارون الرشید کے خلاف کیا، یہ فرما کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور اس قدر روئے کہ دل بھر آیا۔

(کتابوں کی درسگاہ میں، ابن الحسن عباسی، ص: 57)

اشعار

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

علامہ اقبالؔ

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

برق لکھنویؔ

دیکھ کر ہر در و دیوار کو حیراں ہونا
وہ میرا پہلے پہل داخلِ زنداں ہونا

عزیز لکھنویؔ

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو
راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

الطاف حسین حالیؔ

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

میر انیسؔ

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

مخدوم محی الدین

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

میر تقی میرؔ

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر، خدا کی باتیں خدا ہی جانے

نظیر اکبر آبادیؔ

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا
زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا میں باز آیا

شاد عظیم آبادیؔ

وقف اجتماعی قربانی سے لاکھوں افراد مستفید ہوئے

رپورٹ: مولانا رضوان بشیر

عالمی رفاہی ادارے بیت السلام ویلفئیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام وانتظام عید الاضحی 1445ھ کے موقع پر حسب سابق بہت بڑے پیمانے پر وقف اجتماعی قربانیوں کا سلسلہ جاری رہا، جس سے لاکھوں افراد مستفید ہوئے۔ بیت السلام کے زیر انتظام یہ قربانیاں سندھ، پنجاب، بلوچستان، کے پی کے، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر میں کی گئیں۔ شہروں کی مضافاتی بستیوں کے ساتھ دور دراز کے پس ماندہ علاقے بیت السلام کی ہمیشہ ترجیح ہوتے ہیں۔ ان علاقوں میں بڑی تعداد میں ایسے خاندان ہوتے ہیں، جنہیں سال میں صرف ایک بار بقر عید کے موقع پر گوشت کھانا نصیب ہوتا ہے۔ بیت السلام کی وقف اجتماعی قربانی کے لیے اس سال بھی سینکڑوں مراکز قائم کیے گئے۔ جہاں ہزاروں قربانیاں کی گئیں، سینکڑوں رضاکاروں نے شدید گرم موسم میں وقف قربانی کے عمل کو انتہائی خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ 2200 سے زیادہ قربانیاں فلسطینی بھائیوں کے لیے کی گئیں۔ ان قربانیوں کا گوشت محفوظ ٹن پیکنگ کے بعد ترک ہم خیال وہم مشن رفاہی اداروں کی معاونت سے مصر کے راستے فلسطینی بھائیوں تک پہنچایا جائے گا۔

واضح رہے پکا پکایا یہ گوشت پیکنگ کے بعد ڈھائی سال تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

بیت السلام ٹیک پارک

BAITUSSALAM
—TECH PARK—

Free of Cost

PSDC
Professional Software Development Certification

JS | TS | React | node JS

Follow us
BaitussalamWelfareTrust

UAN
+92 21 111 298 111

Visit
Baitussalam.org

J.
FRAGRANCES
BEYOND PASSION!
JANAN
PLATINUM
JANAN
PLATINUM
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed